Edited

17-3/10

cat.

100

16.000-01

انتخابِ ولی

مرتبہ

ڈاکٹر سیّد ظہیر الدین مدنی

ملنے کا پتہ

دائیڑس اِل مپوریئم (پرائیوٹ) لمیٹڈ بمبئی

ناشر

گوشۂ ادب برہان پور (ایم-پی)

مطبع

اجمل پرنٹنگ پریس پرنس بلڈنگ جے جے ہسپتال بمبئی

تعارف

تعارف

ولی اپنے ادبی کارناموں میں مختلف روپ بھرتا نظر آتا ہے۔ کسی جگہ یہ عالم وفاضل، مصلح و مشیر اور صوفی صافی کی حیثیت سے رونما ہوتا ہے اور کہیں ادیب و انشاپرداز اور مجتہد العصر کے روپ میں سامنے آتا ہے جب اسکے ان مختلف روپوں کو اسکی شخصیت کے تعمیری عناصر کی روشنی میں دیکھا جاتا ہے تو اسکے ذہنی ارتقا اور اسکے تصورات و خیالات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے اور یہ کہنے میں تامل نہیں ہوتا کہ ولی اپنے زمانہ کی صحیح پیداوار اور اس کا کلام اسکے عہد کا حقیقی آئینہ دار ہے۔

ولی احمد آباد کے ایک برگزیدہ صوفی اور جید عالم علامہ شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ کے خاندان کا چشم وچراغ ہے۔ اس کا سلسلہ نسب واسطوں سے علامہ موصوف کے بھائی شاہ نصراللہ تک پہنچتا ہے۔

احمد آباد، گجرات کے ان منتخب خاندانوں میں سے ہے جن کی بزرگ ہستیوں نے صدیوں تک علم و عمل کی شمع روشن رکھ کر گرانبہا خدمات انجام دی ہیں یہی گھر ولی کی اولیں تربیت گاہ ہے۔

ولی دورِ عالمگیری کی نمائندگی کرتا ہے۔ اسکا سنہ پیدائش تو معلوم نہیں لیکن اس کا انتقال عالمگیر کی وفات کے دو سال بعد سنہ ۱۱۱۹ھ/۱۷۰۹ء میں ہوا۔ یہ دور جس طرح اپنے مدبر اور زبردست حکمراں اور وسعتِ قلمرو کے لئے تاریخ میں خصوصیت رکھتا ہے اسی طرح اسکے دامن پر سیاسی و مذہبی خلفشار اور گجرات اور دکن میں لوٹ کھسوٹ، قحط سالی اور بے اطمینانی کا دھبہ بھی نمایاں ہے۔ ان آفات ارضی و سماوی کا سلسلہ ولی کے سامنے کی بات ہے۔ چنانچہ اسکی زندگی ناگزیر طور پر اس سے متاثر ہوئی۔

سیاسی افراتفری اور مذہبی خلفشار کے باوجود عہدِ ولی کا احمد آباد و گجرات صوفیائے کرام اور علمائے عظام سے معمور تھا۔ ایک طرف اپنے دور کے ردعمل کے طور پر نفوس قدسیہ کے سلسلے پیغام امن و سکون سے مایوس دلوں کو مسرور کر رہے تھے۔ اور دوسری طرف علمائے دین و شرع متین علم و ادب عقل و خرد کو مسحور کرنے میں مصروف تھے۔ جہاں تک اردو ادب کا تعلق اجمل کی تاب و توانائی کھو چکا تھا۔ زبان ایک تازہ نشو و نما اور ادب

ایک نئی زندگی چاہتا تھا۔ خود زندگی ایک نئے موڑ پر آ پہونچی تھی۔ گرتی ہوئی دیوار کی جگہ ایک نئی دیوار اٹھ رہی تھی۔ ادب کا یہ قدیم تصور مٹ رہا تھا اور زمانہ نئے تجربوں کے لئے فضا ساز گار کر رہا تھا۔ ولی نے اس ماحول سے حسب منشا فائدہ اٹھایا اور احمد آباد کے چشمہائے فیض سے اپنی علمی ادبی تشنگی بھی مٹائی۔

غرض ایسے زمانہ و ماحول میں ولی کی شخصیت کی تعمیر ہوئی جس کا راز اسکے جذبۂ حریت، احساس آزاد خیالی، قلب نظر اور عقل و خرد کی گہرائی و گیرائی، جمالیاتی و تنقیدی احساس شعور جیسی بعض اہم خصوصیات میں مضمر ہے۔ اس نے ان خصوصیات سے دینی و دنیوی اور علمی ادبی شعبوں میں بڑا کام لیا۔ اس کا نغمۂ حسن و عشق و سرود و سرمستی، تلقین سعی و عمل فلسفۂ حیات و کائنات۔ جدت پسندی و اجتہاد لسانی وغیرہ ان ہی خصوصیات کے حامل ہیں۔

ولی اپنے مقصد حیات سے خوب واقف تھا۔ اس نے خدمت الناس انجام دینے کے لئے شاعری کو آلۂ کار بنایا۔ چونکہ قدرت نے اس وصف سے اسکو متصف کیا تھا۔ شاعری میں بھی خصوصاً اس نے غزل کو اپنایا کیونکہ یہ اسکے مادرائی رماوی، لسانی و اجتہادی تصورات کو ایک ہی نقش :

بیک وقت پیش کرنا چاہتا تھا اور اس مقصد کے لئے غزل اپنی خصوصیات کی وجہ سے نہایت موزوں و مناسب تھی۔ اسی لئے ولی کی شاعری بہت پہلو دار پائی جاتی ہے۔ جس کے دو نمایاں پہلو مجاز و حقیقت ہیں جو کہیں الگ الگ اور کسی جگہ ملے جُلے روپ میں پائے جاتے ہیں۔ حقیقی پہلو دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک حصّہ نظام تصوّف کی مختلف منزلوں اور اس طریق کے رہروؤں کی ہدایات سے متعلق ہے اور دوسرا حصّہ جذب وشوق سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نوع کے کلام میں بعض جگہ تو محبوب حقیقی کی ثنا خوانی کے انداز کی وجہ سے اس کا مست الست ہونا واضح ہو جاتا ہے لیکن اس کے کلام کا بیشتر حصّہ ایسا ہے جہاں اس نے تصوّف کو تغزل کے رنگ میں اس خوبی سے پیش کیا ہے کہ مجاز و حقیقت میں امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اپنے کلام کی اس رمزیت کے متعلق ولی نے کئی جگہ اشارہ کیا ہے جیسے :۔

اے ولی مجھ سخن کو وہ بوجھے
جس کو حق نے دیا ہے فکر رسا

ولی کی شاعری کا مجازی پہلو بھی رسمی و روایتی نہیں ہے۔ یہ بھی اس کے قلب ونظر کی سچی روداد ہے۔ چونکہ طریق تصوف میں مجاز ہی پہلی منزل

اس لئے اس نے اسی سے اپنے سفر کا آغاز کیا ہے اور جگہ جگہ دوسروں کو اس کی تلقین بھی کرتا جاتا ہے۔ مجازی پہلو میں ولی کا محبوب کوئی فرد واحد نہیں ہے بلکہ ہر وہ انسان اس کے لئے محبوب کی حیثیت رکھتا ہے جس میں اس کو حسنِ ازل کا پرتو نظر آتا ہے۔ حسن کسی صورت میں نظر آئے ولی اسکو بڑی شدت سے محسوس کرتا ہے۔ یہی شدتِ احساس اس کا عشق ہے جو اسکے قلب و نظر کی گہرائیوں کا حقیقی ترجمان ہے۔

مجاز ہو کہ حقیقت اس شدت احساس سے جو کیفیتیں رونما ہوتی ہیں دل میں جو جذبات و احساسات موجزن ہوتے ہیں اور جو واردातیں گذرتی ہیں ولی ان کی ایسی صحیح ترجمانی کرتا ہے کہ جو بھی شخص پہلو میں دل رکھتا ہے انکی صداقت سے انکار نہیں کرسکتا۔ اس طرح اسکی آپ بیتی جگ بیتی کا روپ دھار لیتی ہے۔ یہی مادی فضا اور ہمہ گیری اسکے کلام کی امتیازی خصوصیت ہے۔ ولی کے خلوصِ احساس کی وجہ سے اسکے کلام میں سوز و گداز بھی بلا کا پایا جاتا ہے اور اسی خلوص نے اسکے کلام کو پر تاثیر بھی بنا دیا ہے۔ اسکے شدت احساس و خلوص احساس کی تصدیق اس کے اس شعر سے بھی ہویدا ہوتی ہے۔

ہے حقیقت گرم جوشی دل میں تھے جلتم اثر

شمع روشن کیوں کے ہووے شعلہ تصویر سوں

یہی شعر اسکے شاعرانہ خلوص کی بھی وضاحت کر دیتا ہے۔

ولی کا کلام اس کے تصورات و تاثرات کا حسین امتزاج ہے جب اس کا تجزیہ کیا جاتا ہے تو یہ بخوبی واضح ہو جاتے ہیں۔ عشق کو یہ شعل و فن اور ہادی و رہبر گردانتا ہے۔ یہ اس کو انسانیت کی اہم ترین قدروں میں شمار کرتا ہے اور اس کو انسانیت کا معلّم خیال کرتا ہے۔ عشق کو مادی عالم میں حیات انسانی کو مسرور و کامیاب بنانے کا بھی آلہ متصور کرتا ہے مگر یہ بھی واضح کر دیتا ہے کہ یہ مرحلۂ شوق بہت دشوار گذار ہے جس کو رنج و الم سے دوچار ہوئے بغیر طے نہیں کیا جا سکتا۔ ایک جگہ کہتا ہے:۔

اے ولی طرزِ عشق آساں نئیں

آزمایا ہوں میں کہ مشکل ہے

اسی رنج و الم اور گریۂ شوق میں اسکا فلسفۂ غم مضمر ہے۔ وہ غم سے محبت کرتا ہے کیونکہ اس سے سلیقۂ محبت اور شعور زندگی پیدا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اسکے ہاں عاشق کے درد و غم اور اس کے پردے میں حیات انسانی کی محرومیوں کے ذکر میں قنوطی رجحان نہیں پایا جاتا بلکہ شرح غم کے مطالعہ سے زندگی کی ناکامی و نامرادی کے بجائے دردمندی کے ساتھ بلند حوصلگی،

توانائی محسوس ہوتی ہے۔ چونکہ اسکی ذہنیت مریضانہ نہیں ہے اس لئے اسکا کلام مرگ و جنازہ، گور و کفن وغیرہ کی اصطلاحوں سے بھی پاک نظر آتا ہے اسکا فلسفۂ غم اس شعر سے بہ خوبی واضح ہو جاتا ہے :-

جب لگ ہیں آسمان و زمیں جگ میں برقرار
جیوں پھول اس جہاں کے چمن میں ہنسا کرو

ولی کی تخلیقات میں عاشق کا کردار بھی اسکے تصور عشق کا ایک پہلو ہے۔ عاشق اپنے عشق میں نہایت مخلص اور ثابت قدم ہے۔ اس کا والہانہ پن اسکو جنون کی حد تک لے جاتا ہے، مگر یہ اپنے آپ کو لئے دیے رکھتا ہے اس کو قدم قدم پر ناکامیوں سے کام پڑتا ہے مگر مایوس نہیں ہوتا۔ اضطراب مسلسل کی وجہ سے سرگرداں ضرور ہے مگر دشت نوردی پر سعی و عمل کو ترجیح دیتا دکھائی دیتا ہے۔ اپنی حرماں نصیبی، محبوب کی تغافل شعاری، رقیب کی فتنہ پردازی اور واعظ و ناصح کی سادہ لوحی بلاشبہ محسوس کرتا ہے مگر مزاج میں تلخی اور لب و لہجہ میں تیزی پیدا ہونے نہیں دیتا اور اس طرح اپنی شرافت طبع اور متانت و وقار کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ ایک طرف اپنے محبوب کے درجے اور شان کو برقرار بھی رکھتا ہے اور دوسری جانب اپنی خودداری کو بھی صدمہ نہیں پہنچنے دیتا۔ یہ عاشق محض چاہے جانے کی خواہش لئے

ہوئے امید وصال کے یقین کے ساتھ عشق کی منزلیں طے کرتا چلا جاتا ہے
غرض عاشق اضطراب مسلسل، آرزوئے مسلسل اور سعیٔ مسلسل کا ایک نمونہ
ہے جس سے سلیقۂ محبت کا ایک مہذب انداز ظاہر ہوتا ہے جس کے عشق
کو ہوا و ہوس سے کوئی واسطہ نہیں ہے جیسا کہ ولی نے خود کہا ہے ؎

اس معانی کوں بوالہوس ناداں
کیوں کہ سمجھے ولی نے کیا پایا

ولی کا تصور حسن اسکے فکر و فن میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ حسن کے
لئے اسکے متصوفانہ نقطۂ نظر نے اس کے آئینہ کلام کو جلا دیدی۔ ولی حسن
کو قلب و نظر کی پاکیزگی کے لئے ایک ضروری عنصر خیال کرتا ہے۔ اس کو
انسان کے اخلاق و اطوار اور ذہن و خیال میں رفعت و بلندی کا باعث
سمجھتا ہے۔ اس کو عیش ظاہری کا سبب جانتا ہے اور کہتا ہے کہ اسی
سے "شب قدر حیات روشن ہوتی ہے۔" اسی متصوفانہ تصور حسن کی وجہ
سے مجازی پہلو میں اس کا حسین دوست کہیں مغل بچہ ہے تو کہیں مرہٹہ
لڑکا، کسی جگہ گوبند لال، امرت لال کھیم داس یا ابوالمعالی ہے تو کہیں
صنف نازک ہے جو بناؤ سنگھار، چال ڈھال حسن و ادا کی شوخیوں اور
نسوانیت کی تمام عشوہ و ناز کی نمائندگی کرتی ہے۔ یہ ایسی باحیا محبوبہ ہے جسکے

سامنے نرگسِ شہلا بھی شرمندہ ہے۔ ولی نے کئی جگہ اس کا سراپا باندھا ہے اور اس کے ہر ہر عضو کے حسن اور توازن و تناسب کے حسن و خوبی کو اپنے حسن ادا اور حسنِ فطرت کی مدد سے واضح کرتا ہے۔ حسن کے بارے میں ولی کا مجازی نقطۂ نظر ایسے موقعوں پر صاف ظاہر ہو جاتا ہے جہاں اسکے دل میں بوس و کنار کی خواہش پیدا ہوتی ہے مگر اس کی شریفت النفسی ایسی خام تمناؤں کو عہد جوانی کی کمزوریوں پر محمول کرتی ہے اور وہ اپنے فلسفیانہ نقطۂ نظر کو اس طرح واضح کر دیتا ہے :-

اثرِ بادۂ جوانی ہے
کر گیا ہوں سوال کچھ کا کچھ

ولی کی تخلیقات میں اس کا مادّی و فلسفیانہ نقطۂ نظر بہت غور طلب ہے۔ اس نے بعض جگہ فلسفہ و اخلاق سے متعلق شاعرانہ انداز میں ضرور اظہار خیال کیا ہے۔ مگر وہ جس طرح غزل کے ترکیبی عناصر اور علامتوں کے ذریعے سے مجاز کے ڈھانچے میں حقیقت کو پیش کرتا ہے۔ اسی طرح اُن اجزائے ترکیبی کی رمز کی مدد سے "بندہ و بندہ"، "بندہ و خدا" "بندہ و دنیا" وغیرہ کے رشتوں اور ایک دوسرے کی ذمہ داریوں پر روشنی ڈالتا ہے اور اس طرح اخلاقی معیار، سماجی کوتاہیوں، فطری کمزوریوں اور ایسے ہی

مسائل حیات وکائنات کو بڑی خوش اسلوبی سے واضح کرتا ہے۔ اگرچہ زمانہ کی بدحالی کے پیشِ نظر انسان کی محرومیوں اور مجبوریوں کے شکوہ و شکایت کا اس کے کلام میں امکان تھا مگر یہ ماتم کرنے کی بجائے مصائب والآلام پر غالب آنے اور ان سے نجات پانے کی راہیں سجھاتا ہے۔ اسکے کلام میں عاشق کا عمل پیہم، یقین محکم، مسرت وغم وغیرہ اسی نقطہ نظر کے غماز ہیں۔

ولی کے زمانے تک اُردو کی دو ادبی شاخیں گجری اور دکنی مروج تھیں۔ اسوقت شمالی ہند میں اردو بول چال تک محدود تھی۔ ولی نے پہلے پہل زبان کی دونوں ادبی شاخوں کو کام میں لیا لیکن ان میں سے ایک بھی ولی کے تصورات فکر وفن کی متحمل نہ ہو سکی لہذا اس نے اپنی لسانی لیاقتوں اور اجتہادی صلاحیتوں کی مدد سے فارسی اور ہندی عنصر کے امتزاج میں ایک لطیف توازن قائم کرکے زبان کو نیا رنگ روپ دیدیا۔ زبان کا یہ نیا روپ ادب کے لئے اتنا موزوں ثابت ہوا کہ اس نے تیزی کیساتھ مقبولیت حاصل کرلی اور اس طرح جنوب وشمال میں ادبی زبان کی حیثیت سے رواج پاگیا۔

ولی فارسی زبان وادب میں ید طولیٰ رکھتا تھا لہذا زبان وادب کی نزاکتوں ولطافتوں سے ایک ماہر فن کی طرح واقف تھا۔ اس نے اردو زبان

وادب میں وسعت پیدا کرنے کے لئے فارسی شاعری کے تمام رچاؤ کو کام میں لیا اور غزل کے موضوعات و روایات کو اس خوبی سے برتا کہ اردو شاعری کی فضا اور طرزِ تخیل بدل گئی۔ اردو میں فارسی موضوعات کے علاوہ لفظوں محاوروں ترکیبوں وغیرہ کا استعمال ولی سے پہلے بھی حسبِ ضرورت ہوتا رہا ہے لیکن ولی کی پیوند کاری خصوصیت رکھتی ہے۔ اس نے فارسی محاوروں اور ان کے ترجموں کو سلیقہ مندی سے کھپانے کے علاوہ حسبِ ضرورت اپنی جدتِ طبع سے ان میں اضافہ بھی کیا۔ اسی طرح فارسی کی مروّجہ ترکیبوں کے ساتھ ساتھ اپنے مافی الضمیر کی وضاحت کے لئے بعض دلکش اور اچھوتی ترکیبیں بھی وضع کیں۔

ولی کے عہد میں اردو شاعری پر ہندی کا اثر غالب تھا۔ ولی نے ہندی کے ضروری اور غیر ضروری عنصر میں امتیاز کیا اور غیر مناسب عنصر کو چھانٹ کر مناسب عنصر کو قائم رکھا۔ اس ستھراؤ اور تراش خراش سے زبان میں نکھار اور وسعت پیدا ہو گئی۔ اسی ضمن میں اس نے بعض قدیم مقامی الفاظ اور محاوروں کو بھی نکال دیا جس سے زبان، دلی کے محاورے کے بہت قریب پہونچ گئی۔ ولی نے ہندی کے مستعملہ عنصر یعنی ہندوستان کی مذہبی، معاشرتی، تاریخی تلمیحوں، تشبیہوں اور استعاروں، دریاؤں

پھلوں، پھولوں، موسیقی کے سازوں، راگوں، مذہبی زیارت گاہوں کے ناموں وغیرہ کو قائم ہی نہیں رکھا بلکہ اپنے انداز میں تشبیہا و رعایتاً اس طرح کام میں لیا کہ ان کی شاعرانہ اہمیت واضح کردی اور دوسری طرف اپنی وسیع المشربی، حب الوطنی اور دور بینی کا بھی ثبوت دیدیا۔

ولی کا جمالیاتی احساس اور ذوق حسن اسکی شاعری کے فنی پہلو میں نمایاں رخ اختیار کرتا ہے۔ اسکا یہ احساس لطیف، مضمون آفرینی، نازک خیالی، صنعت گری، ندرت زبان و انداز بیان ایسی مختلف شکلوں میں اشکار ہوتا ہے۔

ولی نے فارسی کے موضوعات کو برتنے میں بلاشبہ اپنے استادانہ کمال کا ثبوت دیا ہے۔ مگر اس نے اپنی اُپج اور زور طبیعت کی بھی شہادتیں پیش کی ہیں۔ اس طرح اس کے یہاں ندرت خیال کے نقش نقشہائے رنگ رنگ دکھائی دیتے ہیں۔ اس بارے میں خود ولی کا بیان ہے:۔

راہِ مضمونِ تازہ بند نہیں
تا قیامت کھلا ہے بابِ سخن

ولی نے اپنے زور تخیل کو اگرچہ تشریح حسن اور نظارۂ حسن سے پیدا ہونے والے کیف و اثر دونوں میں برتا ہے تاہم اگر غور سے دیکھا جائے

تو اس نے اپنی اس غیر معمولی صلاحیت کو حسن کی تشریح، تصویر کشی اور جمالِ یار کے جزئیات و اہم پہلوؤں کو ابھارنے اور واضح کرنے میں کچھ زیادہ ہی کام میں لیا ہے۔ اسکی قوت متخیلہ کے کرشموں سے اس کے اہم تجربے اور گہرے مشاہدے پر روشنی پڑتی ہے اور ساتھ ساتھ اس کے دل کی گہرائیوں اور عقل و خرد کی پہنائیوں کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔

ولی کے بابِ سخن میں اسکی تشبیہ و استعارہ کا ایک الگ اور طویل باب ہے اس نے مستعملہ و مروجہ تشبیہوں و استعاروں کو اپنی جدّت طبع سے تازگی بخشی ہے اور ان کے علاوہ اسکے خلّاقانہ ذہن نے نئی تشبیہیں اور نئے استعارے بھی وضع کر لئے ہیں۔ ولی حسنِ فطرت کی رعنائیوں سے بڑی واقفیت رکھتا تھا، لہذا اس نے اپنے محبوب کے حسن کو حسن فطرت کے واسطوں اور مشابہتوں کے ذریعے سے واضح کرنے کے ضمن میں اس نوع کی جو تشبیہیں اور استعارے کام میں لئے ہیں وہ قابل تحسین و آفرین ہیں۔ اسی طرح ولی نے علمی، ادبی و فنی اصطلاحوں اور ناموں کو بھی تشبیہاً و استعارۃً و رعایتاً استعمال کیا ہے۔

ولی کو علم معانی و بیان سے بھی بڑا شغف تھا۔ اس نے صنائع و بدائع کے استعمال میں اپنے کمال کے جوہر دکھلائے ہیں۔ ان میں صنعت

ایہام کا استعمال اسکی امتیازی خصوصیت ہے۔ حسنِ تعلیل کا استعمال فارسی کے شعرائے متاخرین کی مشترک خصوصیت تھی۔ ولی زیادہ تر اسی رجحان سے متاثر معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ ہندی شاعری کی بھی یہ نمایاں خصوصیت ہے۔ اس صنعت کی طرف ولی کا خاص طور پر رجوع کرنے کا بڑا سبب یہ بھی ہے کہ اسکی مدد سے یہ تصوف کے عنصر کو تغزل میں حل کرنا چاہتا تھا۔ صنعت ایہام میں ولی نے اپنی غیر معمولی سلیقہ مندی کا ثبوت دیا ہے۔ اسی سلیقہ مندی کی کمی کی وجہ نیز ولی کے بعد اس صنعت کے جا و بیجا استعمال سے اردو شاعری کے ارتقا میں ایک حد تک رکاوٹ پیدا ہو گئی تھی جسکو اساتذۂ فن نے بہت جلد محسوس کر لیا اور اسکے خلاف مہم چلائی۔

ولی کے فن و کمال میں ایمائیت و اشاریت کو خصوصیت حاصل ہے اسی رمز و ایما کی وجہ سے اسکے ہاں مجاز و حقیقت میں وحدت نظر آتی ہے۔ ولی نے ایہام کے علاوہ دوسری تمام علامتوں کی رمزیت سے بھی خوب فائدہ اٹھایا ہے۔

(ولی زبان پر قدرت رکھتا تھا اور لفظوں کے ظاہر و باطن سے خوب واقف تھا۔ یہ لفظوں کے ظاہر حسن کو ضرور اہمیت دیتا ہے مگر

لفظوں کے مختلف مفاہیم اور ان کی رمزیت پر زیادہ زور دیتا ہے۔ اپنے کلام کی اس خصوصیت کی طرف ولی کئی جگہ اشارہ کرتا ہے۔ جیسے

یوں مجھ سخن میں نشۂ معنی ہے اے ولی
جیوں رنگ و بوے سے سب ہے لبریز ایاغ گل

ولی کے شعری نغمے بلا کے غنائی ہیں۔ یہ غنائیت و موسیقیت پیدا کرنے کے لئے مختلف طریقے اختیار کرتا ہے۔ اسکے ہاں لفظوں کے آہنگ اور ان کے اتار چڑھاؤ، خیال سے ہم آغوش پائے جاتے ہیں۔ قافیوں اور ردیفوں کا انتخاب اور ان کا خیال کی مناسبت سے استعمال بھی اس کے کلام میں ترنم و شگفتگی کا بڑا سبب ہے۔ اسی طرح کلام میں موسیقیت کا راز اسکے مترنم بحروں میں بھی مضمر ہے۔ اگرچہ اساتذہ متاخرین کے زیر اثر اس نے طویل بحروں میں بھی شگفتہ غزلیں کہی ہیں، مگر خفیف بحروں میں اسکا کلام زیادہ شگفتہ پایا جاتا ہے۔ ولی کے سحر فن میں سب سے بڑھ کر اسکے حسن ادا کو دخل ہے۔ اس کا اپنا ایک خاص طرز فکر ہے اور اسکی مناسبت سے اسکا ایک خاص لب و لہجہ اور رنگ ہے جو اس کو منفرد قرار دیتا ہے۔ اس حسن ادا پر اس نے بہت زور دیا ہے۔ اسکی اہمیت اور افسوں کا اظہار اس طرح کرتا ہے۔

اے سکندر نہ ڈھونڈھ آبِ حیات
چشمۂ فیض خوش بیانی ہے

اسی طرح اپنے کلام کی روانی کے متعلق بھی ولی کہتا ہے۔

مجھ شعر کی روانی سینا جب سوں اے ولی
نمناک ہے تدھاں ستی دامن سحاب کا

یہ بھی اس کے حسن ادا کا ہی کرشمہ ہے کہ اسکی مجازی شاعری میں حقیقی کی شان و رفعت اور حقیقی میں مجازی کا بانکپن پایا جاتا ہے۔

شاعری میں اگرچہ ولی کا خاص میدان صنف غزل ہے مگر اس نے دوسرے اصناف سخن میں بھی طبع آزمائی کر کے اپنی قادر الکلامی کا ثبوت دیا ہے۔ اس کے قصیدے کچھ زیادہ تعداد میں نہیں ہیں، لیکن جو کچھ ہیں معیار پر پورے اترتے ہیں۔ اس نے کسی بادشاہ یا امیر کی مدح سرائی یا خوشامد میں اپنی زبان آلودہ نہیں کی ہے بلکہ اس کے قصیدے حمد و نعت و منقبت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ولی کی دو مثنویاں بھی ملتی ہیں۔ زبان کی سلاست اور روانی ان کی امتیازی خصوصیت ہے۔ ان اصناف کے علاوہ ولی نے مستزاد مخمسات، ترجیع بند، قطعہ اور رباعی میں بھی تھوڑا کلام یادگار چھوڑا ہے ولی کی تصنیفات میں اسکا ایک رسالہ "نور المعرفت" بھی ہے۔ یہ رسالہ

احمد آباد کے ایک صوفی و عالم شیخ نور الدین سہروردی متوفی ۱۱۵۵ھ کی مدح اور ان کے مدرسۂ ہدایت بخش و ملحقہ مسجد و خانقاہ کی تعریف و توصیف پر مشتمل ہے۔ اس مدرسہ کا سنگ بنیاد ۱۱۰۲ھ میں رکھا گیا اور ۱۱۱۱ھ میں یہ پایۂ تکمیل کو پہونچا۔ رسالۂ مذکور ولی کی فارسی نظم و نثر اور معلومات علوم اسلامی کی تصدیق کرتا ہے اور اسکی انشا پردازی کی تحریری شہادت ہے۔

غرض ولی کا کلام کسی پہلو سے دیکھا جائے قابل ستائش ہے۔ اس نے فکر و فن کی ہم آہنگی سے ایک ایسا اچھوتا نمونہ پیش کیا کہ یہ اردو غزل کا نیا آہنگ قرار پایا اور اسی کے زمانۂ حیات میں اس آہنگ نے مقبول عام کا تمغہ بھی حاصل کرلیا۔ ولی کے کلام سے اسکی شہادت اس طرح ملتی ہے:-

ولی تجھ طبع کے گلشن میں جو کوئی سیر کرتے ہیں
وہ تحفہ لے کے جاتے ہیں تری گفتار ہر جانب

اس کی گفتار کا تحفہ جنوب و شمال میں ہر جانب پہنچا اور اساتذۂ فن نے اس کی رہنمائی کو باعث فخر سمجھا جس کا اقرار اس طرح کیا گیا ہے:-

حاتم۔ حاتم یہ فنِ شعر میں کچھ تو بھی کم نہیں
لیکن ولی ولی ہے جہاں میں سخن کے بیچ

آبرو۔ آبرو شعر ہے ترا اعجاز

پر وَلی کا سخن کرامت ہے

میرؔ:- خوگر نہیں کچھ یوں ہی ہم ریختہ گوئی کے
معشوق جو تھا اپنا باشندہ دکن کا تھا

آخر میں وَلی کے متعلق اردو کے ایک زبردست نقاد جناب امداد امام صاحب اثرؔ کی رائے ملاحظہ کیجئے جو بہت جامع اور وقیع ہے:-

"غزل گوئی کے اعتبار سے وَلی اول درجے کے شاعر تھے۔ جو غزل گوئی کے تقاضے تھے ان سے وَلی کو پوری اطلاع حاصل تھی۔ چنانچہ غزل گوئی میں بیشتر شاعری کا داخلی پہلو پیش نظر رکھتے ہیں اس لئے ان کی غزل سرائی پرتاثیر نظر آتی ہے

وَلی کے کلام میں دردؔ، سوداؔ۔ میرؔ۔ مصحفیؔ۔ ذوقؔ۔ ناسخؔ آتشؔ سب کے رنگ بکثرت موجود ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر قوی الدماغ شاعر تھے جو ہر نوع کے کلام پر قدرت تامہ رکھتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ مابعد کے جتنے متغزلین موجد کسی طرز کے کہلاتے ہیں درحقیقت اسی پیر طریقت کے مرید ہیں"

(کاشف الحقائق)

ولی کا یہ تعارف اس کے فکر و فن کی طرف صرف اشاروں کا حامل ہے۔ اگر اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ کرنا چاہیں تو ولی سے متعلق مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کیجئے۔

۱۔ نذرِ ولی — طالبات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد — سنہ ۱۹۳۷ء

۲۔ الموسی جشن ولی یادگار نمبر — سٹی کالج میگزین حیدرآباد — سنہ ۱۹۳۷ء

۳۔ کلیاتِ ولی — مرتبہ پروفیسر احسن مارہروی انجمن ترقی اردو — سنہ ۱۹۳۵

۴۔ کلیاتِ ولی طبع دوم و سوم — مرتبہ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی انجمن ترقی اردو پاکستان — سنہ ء

۵۔ برگِ گل میگزین اردو کالج کراچی — مضمون از ڈاکٹر سید عبداللہ پرنسپل اورینٹل کالج — سنہ ۱۹۵۳ء

۶۔ ولی گجراتی — مرتبہ سید ظہیر الدین مدنی۔ اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بمبئی — سنہ ۱۹۵۲ء

۷۔ نور المعرفت — " — سید ظہیر الدین مدنی، اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بمبئی — سنہ ۱۹۵۱ء

وہ صنم جب سوں بسا دیدۂ حیران میں آ
آتشِ عشق پڑی عقل کے سامان میں آ

ناز دیتا نہیں گر رخصتِ گلگشتِ چمن
اے چمن زارِ حیا دل کے گلستان میں آ

عیش ہے عیش کہ اس مہ کا خیالِ روشن
شمع روشن کیا مجھ دل کے شبستان میں آ

یاد آتا ہے مجھے جب وہ گلِ باغِ وفا
اشک کرتے ہیں مکاں گوشۂ دامان میں آ

موج بے تابیٔ دل اشک میں ہوئی جلوہ نما
جب بسی زلفِ صنم طبعِ پریشان میں آ

نالہ و آہ کی تفصیل نہ پوچھو مجھ سوں
دفترِ درد بسا عشق کے دیوان میں آ

پنجۂ عشق نے بیتاب کیا جب سوں مجھے
چاک دل تب سوں بسا چاک گریبان میں آ

دیکھ اے اہلِ نظر سبزۂ خط میں لبِ لعل
رنگِ یاقوت چھپا ہے خطِ ریحان میں آ

حسن تھا پردۂ تجرید میں سب سوں آزاد
طالبِ عشق ہوا صورتِ انسان میں آ

شیخ یہاں بات تری پیش نہ جاوے ہرگز
عقل کو چھوڑ کے مت مجلسِ رندان میں آ

دردمنداں کو بجز درد نہیں صید مراد
اے شہ ملکِ جنوں غم کے بیابان میں آ

حاکمِ وقت ہے تجھ گھر میں رقیبِ بدخو
دیو مختار ہوا ملکِ سلیمان میں آ

چشمۂ آبِ بقا جگ میں کیا ہے حاصل
یوسفِ حسن ترے چاہِ زنخدان میں آ

دُنیا

جگ کے خوباں کا نمک ہو کے نمک پروردہ
چھپ رہا آئے ترے لب کے نمکدان میں آ

بس کہ مجھ حال سوں ہمسر ہے پریشانی میں
درد کہتی ہے مرا، زلف ترے کان میں آ

غم سوں تیرے ہے ترحم کا محل حال ولی
ظلم کو چھوڑ سجن شیوۂ احسان میں آ

۹

۲ ۳

دو ناز نین ادا میں اعجاز ہے سراپا
خوبی میں گل رخاں سوں ممتاز ہے سراپا

اے شوخ تجھ نین میں دیکھا نگاہ کر کر
عاشق کے مارنے کا انداز ہے سراپا

جگ کے ادا شناساں ہے جن کی فکر عالی
تجھ قد کو دیکھ بولے یو ناز ہے سراپا

کیوں ہو سکیں جگت کے دلبر ترے برابر
تو حسن ہور ادا میں اعجاز ہے سراپا

گا ہے اے عیسوی دم یک بات لطف سوں کر
جاں بخش مجھ کوں تیرا آواز ہے سراپا

مجھ پر ولی ہمیشہ دلدار مہرباں ہے
ہر چند حسب ظاہر طناز ہے سراپا

کتاب الحسن کا یہ مکھ صفا تیرا صفا دستا
ترے ابرو کے دو مصرع سوں اس کا ابتدا دستا

ترا مکھ حسن کا دریا و موجاں چین پیشانی
اُپر ابرو کی کشتی کے یو تل جیوں ناخدا دستا

ترے لب ہیں بہ رنگ حوض کوثر مخزن خوبی
یہ خال عنبریں تس پر بلال آسا کھڑا دستا

اشارات انکھیاں سوں گرچہ ہوں بیمار ہیں لیکن
ترے لب اے مسیح وقت قانون شفا دستا

ہوا جو گوہرِ دل غرق بحرِ حسن ہے نایاب
زبس دریائے حسنِ دلبراں بے انتہا دستا

بیاں اسکی نزاکت ہور لطافت کا لکھوں تا کے
سراپا محشرِ خوبی منیں ناز و ادا دستا

یو خط کا حاشیہ گرچہ ولی ہے مختصر لیکن
مطول کے معانی کا تمامی مدعا دستا

تو آج ہے سینہ شاد دستا
مطلب ہے کہ بامراد دستا

تجھ مکھ کے صفحے پہ نقطۂ خال
سرمایۂ ہر مراد دستا

ہر نسخۂ لذتِ جہاں کا
انکھیاں میں تری سواد دستا

ابرو کے نزک یہ خالِ موزوں
خوش مصرعۂ مستزاد دستا

تیری یہ جبین با صباحت
مجھ جلوۂ بامداد دستا
تجھ نین کی کیا کروں میں تعریف
یہ عین ثلث کا صاد دستا
عالم میں ولیؔ سخن یو تیرا
مجھ فائدۂ فواد دستا

یو تل تجھ مکھ کے کعبہ میں مجھے اسود حجر دستا
زنخداں میں ترے مجھ چاہِ زمزم کا اثر دستا
پریشاں سامری کا دل تری زلفِ طلسمی میں
زمرّد رنگ یو تل مجھ کو سحرِ باختر دستا
مرا دل چاند ہور تیری نگہ اعجاز کی انگلی
کہ جس کی یک اشارت میں مجھے شق القمر دستا
نین دیول میں پتلی یو ہے یا کعبہ میں اسود ہے
ہرن کا ہے یو نافہ یا کنول بھیتر بھنور دستا

ولی شیریں زبانی کی نہیں ہے چاشنی سب کو
حلاوت فہم کو میوۂ سخن شہد و شکر دستا

طاق ابرو ترا حرم دستا
محرم اس کا عرب عجم دستا
خط ترا سر نوشت عاشق میں
حرف تقدیر کا رقم دستا
خط ترا آئینۂ سکندر ہے
ہر دو عالم میں عدم دستا
لوح محفوظ ہے ترا رخسار
زلف اس پر مگر قلم دستا
تجھ زنخداں کے چاہ کنعاں میں
یوسف مصر دم بدم دستا
خط ترا ہے ضرور لشکر حسن
کاکل اس کے اوپر علم دستا

جان من غصہ و غضب تا کے
دلی مشتاق پر کرم و ستا

آج کی رین مجھ کوں خواب نہ تھا
دونوں انکھیاں ہیں غیر آب نہ تھا
خونِ دل کوں کیا تھا ہیں نیں نوش
اور شیشے منیں شراب نہ تھا
آج کی رین درد و غم میانے
کوئی مجھ سار کا خراب نہ تھا
مجلسِ شوخ ہیں مجھے کچھ بھی
حجت وصل کوں جواب نہ تھا
ٹک تلطف سوں آکے پل جیا تا
حق کے نزدیک کچھ عذاب نہ تھا
ماہ اندھکار تھا کہ جیوں میرے
پاس میرا جو ماہتاب نہ تھا

آہ پر آہ کھینچتا تھا میں
آج کی رات کچھ حساب نہ تھا

کیا سبب تھا جو خود نہیں آیا
کہ اُسے مجھ ستی حجاب نہ تھا

گلۂ شوخ اے ولیؔ کرنا
ہر کسی کن تجھے صواب نہ تھا

وہ باندھا جب گلابی سر پہ پھینٹا
چمن سیں بلبلاں آ کے جھپیٹا

دیا ایسی ادا سیں پیچ پر پیچ
کہ کئی عاشق کے جی اس میں لپیٹا

ترے مکھ پر تجلی بھوت وستی
نگر توں حسن کا معدن سمیٹا

ولیؔ محرم نہیں اس کا کسی طور
کہ جن نے عشق کا کھایا جھپیٹا

مت آتشِ غفلت سوں مرے دل کوں جلا جا
مشتاق درس کا ہوں ٹک یک درس دکھا جا

بے رحم نہ ہو، غصہ نہ کر، بات مری سُن
ڈرتا نہیں اک بات کی سَو بات سُنا جا

جلتا ہوں میں، مدت ستی اے حسن کے دریا
ٹک مکھ کوں دکھا آگ مرے دل کی بجھا جا

خواہش ہے مجھے درد کے پڑھنے کی ہمیشہ
یک بار کسو طرز سوں ٹک اسم ابتا جا

جب اس کی طرف جاتا ہوں کر قصد تماشا
کہتا ہے مجھے خوف رقیباں سوں کہ جا جا

میں بوسہ کیا لب سوں پری رو کے طلب جیوں
غصے ستی بولیا کہ چلا جا بے چلا جا

مدت سوں ولی حجاج میں ہے ہات سوں دل کے
تو بھی اے جگر آہ کی نوبت کوں بجا جا

تن میں سرمہ کر کے بسا تجھ نین میں جا
ہو بوئے گل لبا ہوں ترے پیرہن میں جا

ہر تار میں زلف کی تری سیر جا کروں
بادِ صبا کا ساتھ لیا ہوں چمن میں جا

آتش نے تجھ جمال کے جلوے کوں دیکھکر
کیتی ہے زندگی کو اپس کی کفن میں جا

جگ میں جو اعتبار نہ پایا ترے نزیک
ہو کر خجل سرج نے لیا ہے گگن میں جا

رکھا ہے تار تار کیا اس کے شوق میں
ہر دم خیال باندھ کے اس کی نین میں جا

جو دیکھتے رقیب اسی حال کوں تمام
دن رین جلتے رہتے وہ دوزخ اگن میں جا

مانند خوں عقیق، ولی گل کے بہہ چلے
شہرت مرے انجھو کی پڑی جب یمن میں جا

مت غصے کے شعلے سوں جلتے کوں جلاتی جا
ٹک مہر کے پانی سوں توں آگ بجھاتی جا

تجھ چال کی قیمت سوں دل نئیں ہے مرا واقف
اے مان بھری چنچل ٹک بھاؤ بتاتی جا

اس رات اندھاری میں مت بھول پڑوں تجھ سوں
ٹک پاؤں کے جھانجھے کی جھنکار سناتی جا

مجھ دل کے کبوتر کوں پکڑا ہے تیری لٹ نے
یہ کام دھرم کا ہے ٹک اس کوں چھڑاتی جا

تجھ مکھ کی پرستش میں گئی عمر مری ساری
اے بت کی پجن ہاری ٹک اس کوں پجاتی جا

تجھ عشق میں جل جل کر سب تن کوں کیا جل کا
یہ روشنی افزا ہے انکھیاں کو لگاتی جا

تجھ نیہ میں دل جل جل جوگی کی لیا صورت
یک بار اسے موہن چھاتی سوں لگاتی جا

تجھ گھر کی طرف سندر آتا ہے ولی دایم
مشتاق درس کا ہے ٹک درس دکھاتی جا

دلربا آیا نظر میں آج میری خوش ادا
خوش ادا ایسا نہیں دیکھا ہوں دوجا دلربا

بے وفا گر تجھ کوں بولوں سہے بجا اے نازنین
نازنیں عالم منیں ہوتے ہیں اکثر بے وفا

کم نما ہے نوجوان میرا برنگ ماہِ نو
ماہ نو ہوتا ہے اکثر اے عزیزاں کم نما

مدعائے عاشقاں ہر آن ہے دیدارِ یار
یار کے دیدار بن دوجا عبث ہے مدعا

کیمیا عاشق کے حق میں ہے نگاہ گل رخاں
گل رخاں سوں جگ میں پایا ہوں ٹک یہ کیمیا

غضب سوں چہرۂ رنگیں بہار ناز و ادا
بہارِ حسن میں ہے لالہ زار ناز و ادا

لکھا ہے صفحۂ ایجاد پر مصور صنع
قلم سوں موئے کمر کے نگار ناز و ادا

چمن طراز نزاکت کیا ہے صنعت سوں
سہی قداں کا مرکاں جو ئبار ناز و ادا

سنا ہوں خضر سوں دل کے یہ حرف تازہ و تر
بہار جلوۂ خط ہے بہار ناز و ادا

ولی پڑیا ہے نظر جب سوں وہ کماں ابرو
ہزار دل سوں ہوا ہوں شکار ناز و ادا

دل کوں لگتی ہے دلربا کی ادا
جی میں بستی ہے خوش ادا کی ادا

گرچہ سب خوب رو ہیں خوب ولے
قتل کرتی ہے میرزا کی ادا

حرف بے جا بجا ہے گر بولوں
دشمن ہوش ہے پیا کی ادا

نقش دیوار کیوں نہ ہوئے عاشق
حیرت افزا ہے بے وفا کی ادا

گل ہوئے غرق آب شبنم میں
دیکھ اس صاحب حیا کی ادا

اشک رنگیں میں غرق ہے نس دن
جن نے دیکھا ہے تجھ حنا کی ادا

اے ولی درد سر کی دارو ہے
مجھ کوں اس صندلی قبا کی ادا

17 8

ہوش کھوتی ہے نازنیں کی ادا
سحر ہے سرو گل جبیں کی ادا

گر ہے مطلوب تجھکوں نقش مراد
دیکھ اس کی بھواں کی چیں کی ادا

ہوش میرا نہیں رہا مجھ میں
جب سوں دیکھا ہوں نازنیں کی ادا

موج دریا کوں دیکھنے مت جا
دیکھ اس زلف عنبریں کی ادا

اے ولی دل کوں آب کرتی ہے
نگہِ چشمِ سرمگیں کی ادا

ہے فیض سوں جہاں کے دل بافراغ میرا
مرہم سوں نہیں ہوا ہے محتاج داغ میرا
اسباب سوں دنیا کے بے غرض ہوں سدا میں
بن تیل ہور بتی ہے روشن چراغ میرا
وہ ماہ جلوہ گر ہو دل کوں کیا منور
ہے آج آسماں سوں اوپر دماغ میرا
مجھ دل کے آ چمن میں کر یک نظر تماشا
داغاں کے ہے گلاں سوں روشن یو باغ میرا
ازبسکہ زندگی میں یوں محو ہوں ولیؔ میں
مشکل ہوا اجل کوں کرنا سراغ میرا

دیکھا ہے جن نے تیرے رخسار کا تماشا
نہیں دیکھتا سُرج کی جھلکار کا تماشا

اے رشکِ باغِ جنت جب سوں جدا ہوا توں
دوزخ ہے مجھ کو تب سوں گلزار کا تماشا

بے قصد مجھ زباں پر آتا ہے لفظ تمکیں
دیکھا ہوں جب سوں تیری رفتار کا تماشا

ہندو نے صاف دل سیں ڈالا گلے میں رشتہ
دیکھا جو تجھ صنم کے زنّار کا تماشا

نرگس منن رہی نہیں پل مارنے کی طاقت
آ دیکھ اُس انکھاں کے بیمار کا تماشا

اس مکھ کا رنگ اڑکر قوس و قزح کوں پہنچا
دیکھا جو تجھ بھواں کی تلوار کا تماشا

تب سوں ولی کا مطلب جا پیچ میں پڑیا ہے
دیکھا ہے جب سوں تیری دستار کا تماشا

مجھ گھٹ میں اپنے نگھر گھٹ ہے شوق تجھ گھونگھٹ کا
دیکھیں سوں لٹ گیا دل تیری زلف کا لٹکا

کر یاد تجھ کپٹ کوں پڑتے ہیں اشک ٹپ ٹپ
مکھ بات بولتا ہوں شکوہ تری کپٹ کا

تجھ نین کے دیکھن کا دِل ٹھاٹ کر چلا تھا
غمزے کے دیکھ ٹھٹ کوں ناچار ہو کے ٹھٹکا

تجھ خط کے بن توجہ کھلنا ہے اس کا مشکل
حلقے میں تجھ زلف کے جو جیو جا کے اٹکا

ہرگز ولی کسی کن شاکی ترا نہ ہوتا
گر تجھ میں اے ہٹیلے ہوتا نہ طور ہٹ کا

یاد کرنا ہر گھڑی اس یار کا
ہے وظیفہ مجھ دل بیمار کا

آرزوئے چشمۂ کوثر نہیں
تشنہ لب ہوں شربتِ دیدار کا

عاقبت کیا ہوویگا ؟ معلوم نئیں
دل ہوا ہے مبتلا دلدار کا

کیا کہے تعریف دل ہے بے نظیر
حرف حرف اس مخزنِ اسرار کا

گر ہوا ہے طالبِ آزادگی
بند مت ہو سبحہ و زنّار کا

مسندِ گل منزلِ شبنم ہوئی
دیکھ رتبہ دیدۂ بیدار کا

اے ولی ہونا سری جن پر نثار
مدعا ہے چشم گوہر بار کا

شاد سے مجکوں گر کُئی مہربانی سوں سلام اُس کا
کہاں دل آخر دم لگ بہ جاں منت غلام اُس کا

اگرچہ حسب ظاہر میں ہے فرقت درمیاں لیکن
تصوّر دل میں میرے جلوہ گر ہے صبح و شام اُس کا

محبت کے مرے دعوے پہ تا ہووے سند مجھ کوں
لکھیا ہوں صفحۂ سینہ پہ خونِ دل سوں نام اُس کا

برنگِ لالہ نکلے جام لے کر اس زمیں سے جم
اگر بخشے لکم سوں مۓ جاں بخش جام اُس کا

کفر کوں توڑ دل سوں دل میں رکھ کر نیتِ خالص
ہوا ہے رام بن حسرت سوں جا پچھمن سو رام اُس کا

ہوئی دیوانگی مجنوں کی یو میرے جنوں آگے
کہ جیوں ہے حسن لیلیٰ بے تکلف پائے نام اُس کا

کرے آزادگی اپنی گرفتاری اُپر قرباں
جو دیکھے یک قدم پھر سرو گلشن میں حرام اُس کا

زباں تیشے کی کر سمجھے زباں دوجے فصیحاں کی
اگر فرہاد دل جا کر سُنے شیریں کلام اس کا

ولی دیکھا جو اس انکھیاں کے ساقی کن دو جام دِئے
ہوا ہے بے خبر عالم سوں ہور خواہانِ جام اُس کا

کیتا ہوں ترے نالوں کوں میں ورد زباں کا
کیتا ہوں ترے شکر کوں عنوان بیاں کا

جس گرد اُپر پاؤں رکھیں تیرے رسولاں
اُس گرد کوں میں کحل کروں دیدۂ جاں کا

مجھ صدق طرف عدل سوں اے اہلِ حیا دیکھ
تجھ علم کے چہرے پہ نہیں رنگ گماں کا

ہر ذرۂ عالم میں ہے خورشید حقیقی
یوں بوجھ کے بلبل ہوں ہر اک غنچہ دہاں کا

کیا سہم ہے آفات قیامت ستی اس کوں
کھایا ہے جو کُئی تیر تجھ ابرو کی کماں کا

جاری ہوئے آنجھو مرے یو سبزۂ خط دیکھ
اے خضر قدم! سیر کر اس آبِ رواں کا

کہتا ہے ولی دل ستی یو مصرعِ رنگیں
ہے یاد تری مجھ کوں سبب راحتِ جاں کا

دل کوں گر مرتبہ ہو درپن کا
مفت ہے دیکھنا سری جن کا

جامہ زیباں کوں کیوں تجوں کہ مجھے
گھیر رکھتا ہے دور دامن کا

اے زباں کر مدد کہ آج صنم
منتظر ہے بیان روشن کا

حکمتِ عشق بوعلی سوں نہ پوچھ
نئیں وہ قانوں شناس اس فن کا

آئینہ تجھ سے ہو کے ہم زانو
حیرت افزا ہوا ہے گلشن کا

امن میں تجھ نگہ سوں ہیں بیدار
خوف نئیں مفلسوں کوں رہزن کا

دل صد پارہ تجھ پلک سوں ہے بند
خرقہ دوزی ہے کام سوزن کا

تجھ نگہ سوں بہ شکلِ شانِ عسل
دل ہوا گھر ہزار روزن کا

ٹک ولی کی طرف نگاہ کرو
صبح سوں منتظر ہے درشن کا

شغل بہتر ہے عشق بازی کا
کیا حقیقی و کیا مجازی کا

ہر زباں پر ہے مثل شانہ مدام
ذکر تجھ زلف کی درازی کا

ہوش کے ہاتھ میں عناں نہ رہی
جب سوں دیکھا سوار تازی کا

تیں دکھا کر اپس کی مکھ کی کتاب
علم کھویا ہے دل سوں قاضی کا

آج تیری بھواں نے مسجد میں
ہوش کھویا ہے ہر نمازی کا

گر نہیں رازِ عشق سوں آگاہ
فخر بے جا ہے فخر رازی کا

اے ولی سرو قد کوں دیکھوں گا
وقت آیا ہے سرفرازی کا

پڑیا ہے لعل ہیں پرتو سجن تجھ لب کی لالی کا
بیاں ہے مہ سوں روشن تر تری صاحب کمالی کا

ترا قد مصرعِ برجستۂ دیوانِ عالی ہے
تری یو بیت ابرو شعر دستا ہے ہلالی کا

گئی ہے خواب مخمل کی ترے پاؤں کی سرخی سوں
کہ جس کے عکس سوں رنگیں ہوا ہے نقش قالی کا

تری لب کی حلاوت نے کیا مجھ طبع کو شیریں
ہوا ہے نُقل مجلس ذکر مجھ شیریں مقالی کا

ہوا مجھ دل کی جنت میں سو ہر یک آہ جیوں طوبیٰ
لٹک چلنا جو دیکھا، بس کہ میں سید معالی کا

نزاکت تجھ کمر کی دل نشیں ہے، اس سبب ساجن
ہوا ہے شہرہ عالم میں مری نازک خیالی کا

رنگیلے شعر کا کہنا کیا تھا، ترک مدت سوں
ترا یو قد ہوا ہے پھر کے باعث فکرِ عالی کا

تری وہ طبع ہے ہموار اے رشکِ مہ کنعاں
کہ جس میں مو برابر نئیں اثر بے اعتدالی کا

ولی تجھ شعر کوں سنتے ہوئے ہیں مست اہلِ دل
اثر ہے شعر میں تیرے شرابِ پرتگالی کا

سرو قد تجھ پہ وار کر ڈالا
ہے یو شمشاد تیرا متوالا

چہرہ سرخ، خال مشکیں سوں
نقل اٹھائے ہیں دیکھ سب لالا

کیوں تماشے چلیا چمن کے تول
سرو قد تجھ انگے ہے کیا بالا

ہنسلی تجھ گل میں دیکھ کہتے ہیں
چاندسیں مکھ کا ہے گا یو مالا

نین مرگوں کی گھانس پکڑے مکھ
دیکھ تیری انکھیاں کا دنبالا

طرۂ زر لباس سبز پہ دیکھ
سرو اُپر آگ کا ہے پرکالا

جب سوں آیا میں عشق کی رہ میں
باغ فردوس دل ستیں جالا

جب چلیا وو کمر میں خنجر رکھ
عاشقاں کا خدا ہے رکھوالا

قہر سوں جب چلیا وو غصّے میں
صفِ عشاق سب دیے تالا

سرِ عشاق سب اکٹھے کر
ہات میں لے چلا ہے منڈ مالا

سحر جادو میں تجھ نین سا نہیں
سب پھرا دیکھ شہر بنگالا

توں رقیباں سوں زینہار نہ مل
بے توقف گران کاموں کا لا

ہنس کے تجھ خط کو دیکھ بولے لی
چاندسے منہ کا ہے گا یو ہالا

پی کے ہوتے نہ کر توں مہ کی ثنا
معتبر نئیں ہے حسن دورنما

باعث نشۂ دو بالا ہے
حسن صورت کے ساتھ حسنِ ادا

اے گل باغ حسن مکھ سوں تیری
جلوہ پیرا ہے رنگ و بوئے حیا

ماہ نو تجھ بھواں پہ کر کے نظر
سوئے مغرب چلیا ہے رو بقفا

سُرخ رویاں منیں سر آمد ہے
تجھ قدم کے اثر سوں رنگِ حنا

نئیں ہے گل پی کے مکھ سا عالم میں
قائل اِس بات کی ہے بادِ صبا

اے ولی مجھ سخن کوں دو بوجھے
جس کوں حق نے دیا ہے فکر رسا

تیرے شکر لب کوں اب مثل عسل بولنا
بلکہ عسل ہے یو اصل اس کوں نقل بولنا

تجھ قد و قامت آگے سرو ہوا سرنگوں
تجھ سے رواں سرو آگے سرو کوں مثل بولنا

مکھ کی صدف میں تیری در ہو مبارک بچن
دُرِ سمندر اسے سیکھ عقل بولنا

بات کی مجلس مینں میر سخن تو بنچھ ہے
جگ میں مسیحا تجھے جیب سنبھل بولنا

مور ضعیف ہے ولی خاک قدم ٹھا اُسے
بلکہ ضعیفی مینیں اس ستے نبل بولنا

جب صنم کوں خیال باغ ہوا
طالب نشۂ فراغ ہوا

فوج عشاق دیکھ ہر جانب
نازنیں صاحبِ دماغ ہوا

رشک سوں تجھ لباں کی سرخی پر
جگرِ لالہ داغ داغ ہوا

دلِ عشاق کیوں نہ ہووے روشن
جب خیال صنم چراغ ہوا

اے ولیؔ گل بدن کوں باغ میں دیکھ
دل صدچاک باغ باغ ہوا

جلوہ گر جب سوں وو جمال ہوا
نورِ خورشید پائمال ہوا

فیض تشبیہ قد دلبر سوں
سرو گلشن منیں نہال ہوا

نشۂ سبزیٔ خطِ خوباں
والئ عالمِ خیال ہوا

یاد کر تجھ بھواں کی بیت بلند
ماہ نو صاحبِ کمال ہوا

دیکھ کر تجھ نگاہ کی شوخی
ہوش عاشق رمِ غزال ہوا

حسن اس دلربا کا مدت سوں
عکسِ آئینۂ خیال ہوا

وصف میں تجھ بھواں کے ہر مصرع
ثانئ مصرعِ ہلال ہوا

جن نے دیکھا ہے تجھ نگاہ کی تیغ
پھر کے جینا اسے محال ہوا

عزل مجنوں کے بعد مجھ کوں ولیؔ
صوبۂ عاشقی بحال ہوا

پھر میری خبر لینے وو صیاد نہ آیا
شاید کہ مرا حال اُسے یاد نہ آیا

مدت ستی مشتاق ہیں عشاق جفا کے
بے داد کہ وو ظالم بیداد نہ آیا

جاری کیا ہوں جوئے رواں اشکِ واں سیں
افسوس کہ وو غیرتِ شمشاد نہ آیا

جس غم منیں موزوں کیا ہوں آہ کا مصرع
وو مصرعِ دلچسپ پری زاد نہ آیا

پہنچی ہے ہر اک گوش میں فریادِ ولی کی
لیکن وہ صنم سننے کوں فریاد نہ آیا

چشم دلبر میں خوش ادا پایا
عالم دل کوں مبتلا پایا

سیر صحرا کی توں نہ کر ہرگز
دل کے صحرا میں گر خدا پایا

جب نہ آیا تھا شکم مادر میں
ابتدا سوں نہ انتہا پایا

اسم اللہ دو میم احمد ہے
حق ستیں حق کوں حق نما پایا

حفظ کرنے کو مصطفےٰ رو کوں
فیہ خیراً و حافظا پایا

اس معانی کوں بوالہوس ناداں
کیوں کہ سمجھے ولی نے کیا پایا

پرت کی جو کنٹھا پہنے اسے گھر بار کرنا کیا
ہوئی جوگن جو کئی پی کی اسے سنسار کرنا کیا
جو پیوے نیر نیناں کا اسے کیا کام پانی سوں
جو بھوجن دکھ کا کرتے ہیں اسے آدھار کرنا کیا
سکھی تمنا کوں ارزانی یہ کسوت اور زرینہ سب
ڈھیلے جو جیون سوں بیزار اسے سنگھار کرنا کیا

خجالت کی گرد انجھواں کے پانی سوں گلابی میں
بنائے غم کے گھر مجکوں دو جا معمار کرنا کیا

نہیں کئی دھرم دھاری جو کہے پیتم سوں سمجھا کر
کہ دکھیا کوں ججھو ھی سوں اتا بیزار کرنا کیا

محل دل کا تری خاطر بنایا ہوں میں دل جاں سوں
جدائی سوں اُسے یکبارگی مسمار کرنا کیا

سہلیاں جب تلک مجھ سوں نہ بولیں گی ولی آکر
مجھے تب لگ کسی سوں بات ہور گفتار کرنا کیا

صحن گلشن میں جب خرام کیا
سرو آزاد کوں غلام کیا

حق ترا جگ میں کیوں نہ ہو حافظ
کہ تجھے حافظِ کلام کیا

کاملیت کا تجھ کوں تھا دعوے
حق نے دعوی ترا تمام کیا

دو بھواں ہم سوں کیوں نہ ہو بانکی
ماہ نو نے جسے سلام کیا

غمزۂ شوخ نے بہ نیم نگاہ
کام عشاق کا تمام کیا

حق نے تجھ قد کوں دیکھ مثل الف
خوش قداں کا تجھے امام کیا

کاف کوفی ہے تجھ کمر کا پیچ
جگ میں اس کوں سر کلام کیا

تجھ دہن نے کہ میم معنی ہے
دل سیماب میں مقام کیا

تا کہے خلق تجھ کو ماہ تمام
زلف تیری کوں حق نے لام کیا

گل رخاں خوف سوں ہوئے یکسو
تجھ نگہ نے جب اہتمام کیا

نام تیرا ولی نے اے اکمل
شوق سوں ورد صبح و شام کیا

ہے قد ترا سراپا معنیٔ ناز گویا
پوشیدہ دل میں میرے آتا ہے راز گویا ۰

معنی طرف چلیا ہے صورت سوں مرا دل
سورت ستی چلیا ہے کعبے جہاز گویا

ہر اک نگہ میں تیری ہے نغمۂ محبت
ہر تار تجھ نگہ کا ہے تار ساز گویا

اے قبلہ رو ہمیشہ محراب میں بھواں کی
کرتی ہیں تیری پلکاں مل کر نماز گویا

تیری کمر مصور چترا ہے اس ادا سوں
کیتا ہے صرف اس میں ناز و نیاز گویا

تجھ زلف کو جو بولیا ہم دوش مصرعِ قد
رکھتا ہے مجھ برابر فکرِ دراز گویا

وو قاتلِ ستمگر آتا ہے یوں ولی پر
جلدی سوں صید اوپر آتا ہے باز گویا

ترے جلوے سوں اے ماہِ جہاں تاب
ہوا دل سر بسر دریائے سیماب
ترے مکھ کے سُرج کوں دیکھ جوں برف
ہوئے ہیں عاشقاں سر تا قدم آب
رکھوں جب خواب میں جب لب اُپر لب
مجھے شکر سوں شیریں تر ہے وو خواب
تری نیناں وہ قاتل ہیں کہ جن پاس
دو ابرو کی ہیں دو تیغِ سیہ تاب
ولی تجھ سوز میں اے آتشیں خو
سراپا ہے برنگِ شعلہ بے تاب

ترے مکھ پہ اے نازنیں یو نقاب
جھلکتا ہے جیوں مطلعِ آفتاب
ادا فہم کے دل کی تسخیر کوں
ترا قد ہے جیوں مصرعِ انتخاب

بجا ہے ترے حسن کی تاب سوں
تری زلف کھاتی ہے گر پیچ و تاب

نظر کر کے تجھ مکھ کی صفائی اُپر
ہوئی شرم سوں آرسی غرق آب

ترے عکس پڑنے سے اے گلبدن
عجب نئیں اگر آب ہووے گلاب

ترے وصل میں اس قدر ہے نشاط
کہ مخمل کو آتے ہے راحت سوں خواب

کریں بخت میرے اگر ٹک مدد
ولی اس سجن سوں ملوں بے حجاب

مدت کے بعد آج کیا جوں ادا سے بات
کھلنے سوں اس لباں کے ہوا حل مشکلات
دیکھے سوں آج مجھ پہ شباں روز نیک ہے
وو زلف و مکھ کہ جس سوں عبارت ہے دن و رات

میٹھی تری یو بات اہے نت نبات ریز
گویا رکھے ہیں لب میں ترے مایۂ نبات

ظلمات سوں نکل کے جہاں میں عیاں اچھے
گر حکم لیوے لب سوں ترے چشمۂ حیات

تجھ ناز ہور ادا سوں مری یو ہے عرض غرض
یا عین التفات ہو یا حکم التفات

تب سوں اٹھا ہے دل سوں مرے غیر کا خیال
تیرا خیال جب سوں ہوا ہے مرے سنگات

اس وقت مجھ کوں عیش دو عالم ملے ولی
جس وقت بے حجاب کروں پیو سنگات بات

لب ترے پر کہ روح کا ہے قوت
کاتبِ ناز نے لکھا ہے سکوت

نشہ بخشی میں مے سوں بہتر ہے
تجھ لباں کی مفرح یاقوت

اس کے دیکھے سوں کیوں رہے طاقت
جس کی باتاں سوں دل ہوا مبہوت

جو موا داغِ عشق سوں اس کوں
تختۂ لالہ سوں کرو تابوت

اے ولی سبزۂ لبِ دلبر
خوش نمائی میں ہے خطِ یاقوت

خوباں کی ہر ادا سوں ہے نازک ادائے بیت
معنی ستی بنا ہے نقابِ حیائے بیت

مت شعر پر تو چشم حقارت سوں کر نظر
مانندِ ابرواں کے انکھاں پر ہی جائے بیت

معنی کی صورت اُس منیں ہوتی ہی جلوہ گر
روشن ہے آرسی سوں رخِ باصفائے بیت

وہ مصرعِ بلند ہے معنی میں مہرباں
لیاتا ہے چین بھواں منیں ظاہر برائے بیت

اس کے سواد زلف سوں عالم میں اے ولی
کعبہ تمن سیہ ہے سراپا ردائے بیت

جب سوں دیکھا ہوں زلف کی ہیں لٹ
یاد میں اس کی تن گیا سب گھٹ

ہوش اڑکر گیا ہے میرا دیکھ
پیچ پیچیرے ترے کی سب لٹ پٹ

جاوے تجھ مکھ انگے سوں رستم ٹل
گر وو غمزے ترے کا دیکھے ٹھٹ

اور نہیں کام مجھ کوں کچھ ساجن
عشق تیرے کا نت ہی مجھ کھٹ پٹ

ہجر تیرے سوں اے پری پیکر
اشک پڑتے ہیں چشم سیں پٹ پٹ

خاک مکھ پر لگا کے جوگی ہو
لے کے بیٹھا ہوں تجھ برہ کی مٹ

تجھ بنا اب نہیں مجھے طاقت
کب تلک جیو کروں الپس کا کھٹ

تب سیں مجنوں منن ہو پھرتا ہوں
جب سوں تجھ مکھ کی مجھ لگی ہے چٹ

اب ولی پر پیا رحم کر توں
کب تلک اس ستی کرے گا ہٹ

اے بلبلِ زباں تو نہ کر اختیار بحث
ہے باغ دہر میں گل آتش بہار بحث

توڑیا ہے سنگ خارا سینہ جو ہر آپ کا
ناقص ستیں کیا ہے جو کامل عیار بحث

نئیں عالمِ شہود میں حجت کوں راہ دخل
حیران عشق کوں نہ کرے بے قرار بحث

دیکھا نہیں ہے پھر کے کدھو صورتِ وقار
بزمِ جہاں میں جس کوں کیا بے وقار بحث

برجا ہے اس کوں ابن شیاطین کہوں اگر
جگ میں جو کئی کیا ہے ولی اختیار بحث

ہے جلوہ گر صنم میں بہار عتاب آج
لینا ہے اس کے ناز و ادا کا حساب آج

عالم کا ہوش کیوں کہ رہے گا عجب ہو نیں
چلکتا ہے اس کی نین سوں رنگ سراب آج

کیا ناز و کیا غرور ہے اُس نو بہار میں
دیتا نہیں سلام کا میرے جواب آج

کیوں مو نمن ضعیف نہ ہوں غم سوں اے صنم
تیری کمر نے مجھ کوں دیا پیچ و تاب آج

تیرے انگے لباں کے ہیں چشمۂ حیات
لگتا ہے آب خضر مثال سراب آج

اس کی نگاہ مست سوں معلوم یوں ہوا
اکثر کرے گی خانۂ عاشق خراب آج

اعجاز حسن دیکھ کہ و در وئے با عرق
پیدا کیا ہے چشمۂ آتش سوں آب آج

کیا بے خبر ہوا ہے معلم صنم کوں دیکھ
مکتب میں اس کے بھول گیا ہے کتاب آج

معلوم نئیں کہ ہاتھ میں شمشیر لے صنم
آتا ہے کس کے قتل کوں ایتا شتاب آج

کیوں آرزوئے وصل کروں اس سوں اے ولی
دیتا نہیں ہے ناز سوں سیدھا جواب آج

بہ رنگ صافی دل کیوں نہ ہو صفائے قدح
کہ دست آئینہ رو ہے مدام جائے قدح

زہے طرب کہ ہوا بزم عیش میں دم ساز
صنم کے لعل سوں یاقوت بے بہائے قدح

کیا ہے ساقی عشرت بہار الفت سوں
حنائے پنجۂ رنگیں نگار پائے قدح

اگر اشارت ابرو کرے وو مایہ تمام
ہلال بزم میں ہو چرخ زن بجائے قدح

خمار حشر سوں کیا غم ہے مے پرستاں کوں
لکھے جو قبر کے تعویذ پر دعائے قدح

سنا ہے اس خم نیلی سوں جوش زن یہ بات
کہ نقد ہوش فلاطوں ہے رونمائے قدح

ہوا ہے قلقل مینا سوں مجھ اُپر ظاہر
کہ مے پرست کے سینے میں ہر ثنائے قدح

ہوا ہے صبح کے مانند آفتاب ضمیر
عیاں ہے جس کے اُپر جلوۂ صفائے قدح

ولی کے دل ستی اے شوخ احتراز نہ کر
ہمیشہ انجمن گل رخاں ہے جائے قدح

سجن اول کے زمانے میں توں نہ تھا گستاخ
ابھی دنوں میں ہوا ہے یو کیا بلا گستاخ

چمن میں مکھ کے ترے مشل تاک ہر کش
آپس کے مکھ پہ نہ کر زلف کوں اتا گستاخ

ترے یو لب پہ خط سبز کیا ہے بوجھ اسے
شکر اُپر ہے یو طوطیٔ خوش ادا گستاخ

یو رنگ زرد ا ڑا ، مجھ ضعیف کوں لے کر
ہوا ہے کاہ لجانے یو کہربا گستاخ

ولی کے دل میں ہے شوخی سوں تجھ ہوا کی ہنی
تری زلف پہ ہوئی جسقدر ہوا گستاخ

مژہ بتاں کی ہیں تجھ غم میں خواب مخمل سرخ
لگی ہے خرگ کے پٹلے کوں یا مسلسل سرخ

سجن کی دیکھ کے ہیں چشم سرخ خواب آلود
اپس انکھیاں کوں کیا خواب گاہ مخمل سُرخ

کتاب عشق پہ شنگرف اشک خونی سوں
پلک کی کر کے قلم کھینچتا ہوں جدول سُرخ

کیا ہے دفع مرے درد سر کوں رونے نے
ہوا ہے حق میں مرے خون دیدہ صندل رخ
شفق نہ بوجھ کہ مجھ آہ آتشیں نے ولی
فلک کوں جا کے کیا ہے برنگ منقل رخ

ہمیشہ ہے بہار سرو آزاد
نہ جاوے دولت حسن خداداد
ترے رخ سوں کہ دائم بے خزاں ہے
ہوا ہے زیب ور گل زار ایجاد
ہوا مانند مجنوں مو پریشاں
ترا قد دیکھ کر گلشن میں شمشاد
کیا ہوں سہو راہ کوچہ غم
ہوا ہوں مس کہ تیرے لطف سوں شاد
خلاصی کیوں کہ پاوے بلبل دل
نگاہ مہرباں ہے دام صیاد

وفا کوں ترک مت کر ہرگز اے دل
محبت ہے وفا بن سست بنیاد
نہیں ہے بے قراری اس کی بے جا
ولی جس دل میں ہے زلف پری زاد

تجھ گل بدن پہ جگ کے ہوئے گل عذار بند
گلشن میں تجھ بہار کے ہے نو بہار بند
گل زار میں لٹک کے چلے گر تو یک قدم
مانند آب آئینہ ہو جوئبار بند
مالی نے تجھ جمال کے گلشن کوں دیکھ کر
بیچا بجا کے شہر میں پھولاں کے ہار بند
تیری نین پہ دیکھ میں آہو کوں مبتلا
بوجھا کہ تجھ نگہ میں ہے وحشت شعار بند
ہے تجھ شکار بند کی ہر یک کوں آرزو
خوش دو شکار جن کوں ملے یو شکار بند

تجھ قد کوں دیکھ سرو ہے گلشن میں پا بہ گل
آزاد یہاں ہوا ہے سو ہے اختیار بند

امید مجھ کوں یوں ہے ولی کیا عجب اگر
اس زمزمے کوں سن کے ہو معنی نگار بند

جب سوں ہوا ترا یو قد دل ربا بلند
سنتا ہوں ہر طرف سوں صدائے بلا بلند

مت پست فطرتاں سوں ہِل اے سرو نازنین
تجھ قد کا نام جگ میں ہے نام خدا بلند

بیمار گر نہیں یہ تیری چشم غمزہ زن
کیوں ہاتھ میں لیئے ہیں نگہ کا عصا بلند

تجھ ابرواں کوں دیکھ کے کینا ہے اے صنم
تجھ حق منیں ہلال نے دست دعا بلند

گلزار زندگی میں بجز وصل سرو قد
عشاق کوں نہیں ہے دو جا مدعا بلند

یو آفتاب نیئں کہ عیاں ہے فلک اُپر
حق نے کیا جہاں میں ترا نقش پا بلند

یو بات کوں لکھا ہوں سفینے میں عقل کے
ہے بحر دل میں طبع سخن آشنا بلند

تیری بھواں میں ناز کوں رتبہ ہے اسقدر
کشتی میں جیوں ہے مرتبۂ ناخدا بلند

میں عاشقاں کی فوج کا سردار ہوں ولی
مجھ آہ کا ہوا ہے علم تا سما بلند

گر چمن میں چلے وو رشک بہار
گل کریں نقد آب و رنگ نثار

بلبلاں ہر طرف سوں اٹھ دوڑیں
دیکھنے کوں اسے ہزار ہزار

یاد تجھ خط سبز کی اے شوخ
زخم دل پر ہے مرہم زنگار

حق نے تیری انکھاں کوں بخشا ہے
مئے وحشت سوں ساغر سرشار

جن نے دیکھا ہے اس پری رو کوں
صورتِ ہوش سوں ہوا بیزار

تجھ درس کے خیال میں دائم
مثلِ نیساں ہے چشم گوہر بار

تجھ لب آگے اے مشتری طلعت
آب حیواں کا سرد ہے بازار

بس کہ پایا ہے تجھ جفا سوں شکست
خانۂ دل ہوا ہے آئینہ دار

اے ولی اس سوں حرف ہوش نہ پوچھ
جو ہوا مستِ جلوۂ دیدار

کیتا ہے نظر جب ستی اس رشک پری پر
باندھیا ہے جو کوئی جیو کوں اس چھند بھری پر

دیکھے ہے ترے داغ کے جلوے کوں جگر پر
کیا خوب اٹھا نقش عقیق جگری پر

چنچل نے نظر ناز سے آہو پہ کیا نئیں
قرباں ہوا اُس چشم کی والا نظری پر

ہموار کیا آپ اُپر ترک وفا کوں
باندھیا ہے کمر ناز سوں اب حیلہ گری پر

بوجھا ہے ولی تب سیتی موہن نے سورج کوں
کیتا ہے نظر جب سیتی دستارِ زری پر

اب جدائی نہ کر خدا سوں ڈر
بے وفائی نہ کر خدا سوں ڈر

راست کیشاں سوں اے کماں ابرو
کج ادائی نہ کر خدا سوں ڈر

مت تغافل کوں راہ دے ای شوخ
جگ ہنسائی نہ کر خدا سوں ڈر

ہے جدائی میں زندگی مشکل
آ جدائی نہ کر خدا سوں ڈر

عاشقاں کوں شہید کر کے صنم
کف حنائی نہ کر خدا سوں ڈر

آرسی دیکھ کر نہ ہو مغرور
خود نمائی نہ کر خدا سوں ڈر

اُس سوں جو آشنائے درد نہیں
آشنائی نہ کر خدا سوں ڈر

رنگِ عاشق غضب سوں اے ظالم
کہربائی نہ کر خدا سوں ڈر

اے ولی غیر آستانۂ یار
جبہ سائی نہ کر خدا سوں ڈر

اگر گلزار میں بیٹھے وو سروِ نازنیں آکر
کرے نظارگی اس کی سو فردوسِ بریں آکر

اگر ہووے صنم خانے پہ اس بت کا گذر بیشک
تصدق اس پہ ہوویں سب نگارستانِ چیں آکر

عجب اس شوخ چنچل کی انکھاں ہیں شوخ اور چنچل
ہوئے قرباں جس اوپر آہوئے صحرانشیں آکر

کرے شیرازہ بندی دل کی جو اس مکھ کے دیکھے سوں
پریشاں ہو اگر دیکھے وہ زلفِ عنبریں آکر

عجب نہیں جال میں اس کے اگر اٹکا ولی کا دل
کہ اس کے دام میں لاکھاں پھنسے ہیں اہل دیں آکر

عاجزاں کے اُپر ستم مت کر
اس قدر سختی اے صنم مت کر

اس ترقی کے وقت میں اے شوخ
مہربانی اپس کی کم مت کر

رسم بے جا ستم برابر ہے
یوں رقیباں اُپر کرم مت کر

جو پی کے نام پاک پہ جی سوں فدا نہیں
اضی کسی طرح ستی اس پر خدا نہیں

اے نور جان و دیدہ ترے انتظار میں
مدت ہوئی پلک سوں پلک آشنا نہیں

شاق مستحق ترحم ہیں اے عزیز
ن کے غریب حال پہ سختی روا نہیں

ترشی اپس جبیں سوں نکال اے شکر بچن
عشاق پر غضب ہے یہ ناز و ادا نہیں

ے نو بہار حسن و گل باغ جان و دل
نسوس ہے کہ تجھ منیں رنگِ وفا نہیں

ترک لباس بس کہ کیا ہوں جہاں منیں
تیری گلی کی خاک ورا مجھ قبا نہیں

اے اُکھاڑ کوہ کوں جیوں کاہ اے ولی
شق کی آہ سرد کہ جس میں صدا نہیں

زلف تیری کیوں نہ کھاوے پیچ و تاب
حال مجھ دل کا پریشاں بوجھ کر

رحم کر اُس پر کہ آیا ہے ولی
دردِ دل کا تجھ کوں درماں بوجھ کر

ہشیار زمانے کے ترے مکھ پہ نظر کر
تجھ نینھ کے کوچے میں گئے ہوش بسر کر

عالم میں ہے وو تیر ملامت کا نشانہ
جس دل میں ترے غم کا گیا تیر گذر کر

تجھ حُسن کی جھلکار سوں کیا بدر کوں نسبت
جو کئی کہ تجھے بدر کہے اُس کوں بدر کر

اس ظالم خوں خوار کوں جی پیش کیا ہوں
جس عشق نے عالم کوں سٹا زیر و زبر کر

روتے ستی فارغ ہو ولی پیو کوں دیکھا
کعبے کی زیارت کیا دریا سوں اُتر کر

شوخ نکلا جب قدم کوں تیز کر
ناز کے شبدیز کوں مہمیز کر

یک بہ یک آیا ادا سوں مجھ طرف
ہر پلک کوں دشنۂ خوں ریز کر

میں کیا یوں عرض از روے نیاز
مہربانی اس کی دست آویز کر

کہہ اپس کی نرگس بیمار کوں
عاشقاں کے خون سوں پرہیز کر

اے ولی آتا ہے وو مقصودِ دل
خانۂ دل خوں سوں رنگ آمیز کر

جو آیا مست ساقی جام لے کر
گیا یک بارگی آرام لے کر

نگہ تیری سدا آتی ہے جیوں تیر
دلِ زخمی طرف پیغام لے کر

نہ جانوں خط ترا کس بے خطا پر
چلا ہے آج فوج شام لے کر

اڑا آہو نے دل سوں رنگ وحشت
جو آئی زلف تیری دام لے کر

جو کئی باندھا ہے تیری زلف میں دل
سنا ہے کفر میں اسلام لے کر

تیرے لب ہور تری انکھیاں کوں ہیچ
چلا ہوں پستہ و بادام لے کر

بنائی ہے جہاں میں لیلۃ القدر
سیاہی تجھ زلف کی وام لیکر

تری ساقی گری کوں لالۂ باغ
کھڑا ہے منتظر ہو جسام لے کر

میں اس کوں جیوں نگیں کرتا ہوں سجدہ
جو کئی آتا ہے تیرا نام لے کر

ولی تیرے لباں سوں اے تنک طبع
چلا ہے لذت دشنام لے کر

ہوا تجھ خشم سوں بستان غم سبز
ہوا تجھ جور سوں بخت الم سبز
ہوا قد سرو کے مانند صنم کا
لباس سبز سوں سر تا قدم سبز
کہیں جو ہر شناسان حسن تجھ دیکھ
زمرد کا تراشے ہیں صنم سبز
ثنا لکھنے میں تجھ آہو نین کی
ہوا جیوں شاخ نرگس ہر قلم سبز
ولی نے جو لکھا تجھ خط کی تعریف
ہوا جیون برگ ریحاں ہر رقم سبز

مت جا سجن کہ ہوش دل آیا نہیں ہنوز
میں درد بس کا تجھ کوں سنایا نہیں ہنوز
اس چشم اشک بار سوں میری عجب نہ کر
سینے کا داغ تجھ کوں دکھایا نہیں ہنوز

تجھ لطف کے زلال نے اے مایۂ حیات
میرے سنے کی آگ بجھایا نہیں ہنوز

ہوں گرچہ خاکسار و لے از رہِ ادب
دامن کوں تیرے ہاتھ لگایا نہیں ہنوز

اپنی انکھاں کے نور کوں تیرے قدم تلے
اے نورِ دیدہ فرش بچھایا نہیں ہنوز

زاہد اگرچہ فہم میں ہے بوعلیِ وقت
میرے سخن کے رمز کوں پایا نہیں ہنوز

آزاد اپنے عشق سوں مت کر ولی کے تئیں
تیرا غلام جگ میں کہایا نہیں ہنوز

جب لگ ہے چمن بیچ بہارِ گل و نرگس
ہے باغِ سخن بیچ بہارِ گل و نرگس

وحدت کے گلستاں کا چمن حسن ہے تیرا
پھولا ہے چمن بیچ بہارِ گل و نرگس

تارے نہیں وو باغ فلک بیچ جو دستے
گلشن ہے گگن بیچ بہارِ گل و نرگس

نرگس کے تماشے کو گلستاں میں نکو جا
ہے چشم سجن بیچ بہارِ گل و نرگس

اس شوخ کی بیمار انکھاں دیکھ ولی توں
خواہش ہے جو من بیچ بہارِ گل و نرگس

عشق کے ہات سوں ہوئے دل ریش
جگ میں کیا بادشاہ کیا درویش

جیو میرا ہوا ہے زیر و زبر
جب سوں تیرا فراق آیا پیش

شوخ کے دل سوں دل ہوا ہے پیت
آتش عشق کا لگا ہے سر یش

تجھ پہ قرباں ہوں اے کماں ابرو
جب سوں لینا ہوں عاشقی کا کیش

جس کوں قربت ہے عشق سوں تیرے
اس کے نزدیک کب عزیز ہیں خویش

تجھ بن اک پل نہیں مجھے آرام
بیگ دکھلا درس اے مرہم ریش

اے ولی اس کا زہر کیوں اُترے
جن نے کھایا ہے عاشقی کا نیش

جاتا ہے تو اوروں طرف سو مرتبہ اے سبز خط
یک بار اس مخلص طرف کرتا نہیں رہ کوں غلط

دلبر کے ہونٹوں کے تلے چاہِ زنخ پر خوں نہیں
سرخی سے لکھ کر لب کے تئیں بھی سرخ راکھے ہیں نقط

ازبس جدائی میں تری دل پہ ہجوم غم ہوا
جاری ہیں نت انکھاں سوں مرے سیل انجھواں مثل شط

دوجا نہیں کچھ مدعا اس عاشقِ جانباز کوں
ہے آرزو دل میں مرے پیتم کے ملنے کی فقط

دکھنی زبان میں شعر سب لوگاں کہے ہیں اے ولی
لیکن نہیں بولا ہے کوئی یک شعر خوشتر زیں نمط

سجن کی خردسالی پر خدا ناصر خدا حافظ
رقیباں کی ملامت سوں محمد مصطفےٰ حافظ
سجن کے حُسن افزوں پر خدایا تو اماں کرنا
کہ اس امید گلشن پر علی مرتضا حافظ

سجن کی تیغ ابرو سوں شہادت گاہ یاداں میں
مرے اس قتل ہونے پر شہیدِ کربلا حافظ
+ سجن کا مکھ منور، نور آیت، فال مصحف ہے +
کہ اہل نامراداں پر دعائے ہل اتیٰ حافظ

ولی غمگیں نہ ہو، یہ بھید اسرار الٰہی ہے
کہ تیری دست گیری پر نگاہِ دل ربا حافظ

دیکھ یو جمع عندلیباں جمع
غنچہ گل کیا گریباں جمع

اس مکاں سے تو بھاگ اے دانا
جس مکاں میں ہوئے ہیں ناداں جمع

عشق کے رمز سوں نہیں آگاہ
کیا ہوا تو کیا کتاباں جمع

کوئی مقابل نہ آسکے اس کے
گر اچھیں جگ کے سارے خوباں جمع

شاعروں میں اسی کا نام کیا
جب ولی نے کیا یو دیواں جمع

نہ کرسکوں ترے یک تار زلف کی تعریف
کروں ہزار کتب تجھ ثنا میں گر تصنیف

عجب نہیں جو فلک پر خطِ شعاعی دیکھ
ہر ورق پہ سُورج کے لکھیں تری تعریف

لطیفہ وقت اُپر زیب بخش مجلس ہے
سدا گلاب میں ہر گز نہیں ہے بوئے لطیف
عجب نہیں جو سجن کھر رہا ہو مجھ کھینچے
کہ مجھ کوں کاہِ تن عشق نے کیا ہے ضعیف
کیا ہوں بر میں اپس کے لباس عریانی
ولی برہ نے دیا یو قبا مجھے تشریف

قُولوا احبابنا فاین طریق
جانو اس راہ کوں سو کر تحقیق
تجھ دہن کا کلام وو بوجھے
حق نے بخشا ہے جس کوں فکرِ عمیق
دانہ ہووے گا اس کمر کا پیچ
دور کر دل ستی خیالِ دقیق
گرچہ ہے نشہ بادۂ نو بیں
بس ہے مجھ عشق کی شرابِ رحیق

اے ولی آرزو سدا ہے یہی
کہ ملے مجھ سوں وو رفیق شفیق

چمن میں گیا جب سوں وو نونہال
ہوا سرو اُس سرو قد سوں نہال

ہوئی تب سوں خاطر نشاں جب ستی
ترے تیر کی دل میں پائی ہو بھال

موہا سرو نے گرچہ قمری کا دِل
ترے قد کی لیکن نرالی ہے چال

مجھے یک گھڑی تجھ بنا چین نئیں
ترے بن ہے ہر آن سینے پہ سال

ترے عشق نے خم کیا ہے مجھے
مرے حال پر زلف تیری ہے دال

رے دل کوں جیوں گوے گرداں کیا
ہوں کیا تجھ ابرو کے چوگاں کا حال

جہاں میں پھرا لیکن اے باحیا
نہ دیکھا ہے آئینہ تیری مثال

نہ ڈر روز محشر ستی سیدا!
کہ آلِ نبی پر نہ آے گی آل

طمع مال کی سر بسر عیب ہے
خیالاتِ گنجِ جہاں سر سوں ٹال

بھروسا نہیں دولتِ تیز کا
عجب نئیں کہ تا ٹھہر آوے زوال

جب آیا غضب میں وو آتش مزاج
کیا آب عشاق کے دل کوں گال

تجھے زلف صیاد دیتی ہے پیچ
نہ اس دام کے ہاتھ سوں دل کو بچال

ولی شعر میرا سراسر ہے درد
خط و خال کی بات ہے خال خال

بیگ درس دے نہ دے مکھ پہ اے چنچل اچل
جیو مراہت لے نہ لے رسم فریب و دغل
مجھ پہ نظر کر، نہ کر بات رقیباں ستی
بیت مری سن، نہ سن دوسرے کی جا غزل
میرے نزک آ، نہ آ رکھ کے وہم دل منیں
جی میں وفا دھر، نہ دھر سینے میں خوف دغل
ظلم سے دل دھو، نہ دھو مہر کے پانی سوں ہاتھ
موم صفت ہو، نہ ہو کوہ منن تو اٹل
قول مجھے دے، نہ دے رسم وفا ہاتھ سوں
آولی سوں مل، نہ مل کس سوں اے شیریں شکل

تجھ زلف اور دہن میں ہے مختصر مطوّل
تو صاحب درس ہے بوجھا ہوں روز اول
گلزار میں نکل کر گل گشت اگر کرے توں
تجھ گل بدن کے دیکھے سب گل پڑیں گے گل گل

جگ کے مصوراں سب تصویر دیکھ تیری
حیرت میں جا پڑے سو لکھنا رہا معطل

تجھ سرو قد کوں دیکھے نقاش نقش بھولے
پھر نقش کاڑھنا سو اُن کوں ہوا ہے اشکل

یو دز کو مرگ دیکھے سو مرگ کا ہو طالب
یو خاک تجھ قدم کی سٹ کر مقام جنگل

ہر جنس کا معما بوجھا گیا ہے لیکن
تجھ راز کا معما جگ میں رہا ہے لا حل

خوش یو بدن پہ تیری زلفاں نہیں ہیں جو ندھر
کلے بھجنگ مل کر گھیرے درخت صندل

ساری سکھا نے ملکر کیا بے خطا دیا ہے
تجھ نازنیں موہن کی انکھیاں میں خط کا کاجل

اے شوخ چشم عالم سن بات گوش دل سوں
تجھ بے وفا کے غم سوں دائم وکی ہے بیکل

خیر خواہاں میں ہوں خدا کی قسم
مان اس صادق آشنا کی قسم

کم نمائی کوں مدعا کر کر
مت کہیں جا تجھے حیا کی قسم

دیکھ اے شوخ تیری بے باکی
خوف میں ہوں سدا رجا کی قسم

یک قدم چھوڑ کر نہ جاؤں گا
مجھ کوں ہو تیری خاک پا کی قسم

لطف سوں آ طرف شہدوں کے
تجھ کوں ہے شاہ کربلا کی قسم

بس کہ رکھتا ہوں تجھ قدم کی یاد
دل ہوا خوں مرا حنا کی قسم

عاشقوں کوں نہیں ہے موت سوں کام
مرقد پاک اولیا کی قسم

خاک ساری ہے حق آگے منظور
خاک درگاہ مصطفا کی قسم

دل سوں اپنے نکال وہم و خطر
راہ سیدھی ہے رہنما کی قسم
اے ولی علم سوں یہ حاصل ہے
گل گل زار "ہل اتیٰ" کی قسم

شراب شوق سیں سرشار ہیں ہم
کبھو بے خود کبھو ہشیار ہیں ہم
دو رنگی سوں تیری اے سرو رعنا!
کبھو راضی، کبھو بے زار ہیں ہم
ترے تسخیر کرنے میں سری جن
کبھو ناداں، کبھو عیار ہیں ہم
صنم تیرے نین کی آرزو میں
کبھو سالم، کبھو بیمار ہیں ہم
ولی وصل و جدائی سوں سجن کی
کبھو صحرا، کبھو گل زار ہیں ہم

دل ہوا ہے مرا خراب سخن
دیکھ کر حسن بے حجاب سخن

بزم معنی میں سرخوشی ہے اسے
جس کوں ہے نشۂ شراب سخن

راہ مضمون تازہ بند نہیں
تا قیامت کھلا ہے باب سخن

جلوہ پیرا ہو شاہد معنے
جب زباں سوں اٹھے نقاب سخن

گوہر اس کی نظر میں جا نہ کرے
جن نے دیکھا ہے آب و تاب سخن

ہرزہ گویان کی بات کیونکے سنے
جو سنا نغمۂ رباب سخن

ہے تری بات اے نزاکت فہم
لوح دیباچۂ کتاب سخن

ہے سخن جگ منیں عدیم المثل
جز سخن نہیں دو جا جواب سخن

لفظ رنگیں ہے مطلعِ رنگیں
نورِ معنے ہے آفتابِ سخن
شعر فہموں کی دیکھ کر گرمی
دل ہوا ہے مرا کبابِ سخن

عرفیؔ و انوریؔ و خاقانیؔ
مجکوں دیتے ہیں سب حسابِ سخن
اے ولیؔ درد سر کبھو نہ رہے
جب ملے صندل و گلابِ سخن

مجھ کوں ہے دارالامن، پیو کا نقشِ چرن
پیو کا نقشِ چرن مجھ کوں ہے دارالامن
پیو کا شیریں بچن مجکوں ہے آبِ حیات
مجکوں ہے آبِ حیات پیو کا شیریں بچن
اے مہِ سیمیں بدن مکھ کوں اپس کے دکھا
مکھ کوں اپس کے دکھا اے مہِ سیمیں بدن

مجھ سوں گیا ما و من دیکھ کے تیرے نین
دیکھ کے تیرے نین مجھ سوں گیا ما و من
تجھ سوں لگی ہے لگن اے گل باغ حیا
اے گل باغ حیا تجھ سوں لگی ہے لگن
زلف تری برہمن مکھ ہے ترا آفتاب
مکھ ہے ترا آفتاب زلف تری برہمن
دستۂ گل ہے سجن سن یو سخن اے ولی
سُن یو سخن اے ولیؔ دستۂ گل ہے سجن

ہوا ہے جب سوں ترا تل سوار آتش حسن
سپند وار ہے دل بے قرار آتش حسن
یو خط کوں دود دُخن دیکھ کر ہوا معلوم
کہ گرم پھر کے ہوا روزگار آتش حسن
ہنوز حسن کی گرمی بجا ہے اے گل رو
خط سیاہ ہے ترا حصار آتش حسن

وو شمع بزم ادا بر میں کہ لباس زری
ہے آفتاب نمن شعلہ زار آتش حسن

نہیں ہے کسوت زر شعلہ قد کے قد اوپر
یہ ہر طرف سوں اٹھے ہیں شرار آتش حسن

سجن کوں دیکھ کے دشوار ہے بجا رہنا
نگاہ تیز نگاہاں ہے خار آتش حسن

ولی کیا ہوں نظر بس کہ اس پری رو پر
ہوا کباب نمن دل شکار آتش حسن

گریہ عشق سوں خنداں ہیں باغ بزم حُسن
مغز پروانہ سوں روشن ہے چراغ بزمِ حُسن

کیوں نہ ہووے عاشقاں کوں نشۂ دیوانگی
گردش چشم پری سوں ہے ایاغ بزمِ حُسن

عاشقاں اس آتشیں رخسار کے چہرے اُپر
پیچ و تابِ زلف ہے دودِ چراغ بزمِ حُسن

بے خبر ہیں تجھ گلی سوں اس سبب اے گلبدن
بلبلاں کرتی ہیں گلشن میں سُراغِ بزمِ حُسن

حسن کی مجلس کوں جب روشن کیا وو شمع رو
خوب رویاں سب ہوئے جیوں لالہ داغِ بزمِ حُسن

آتشِ غیرت سوں گل پانی ہوا ہے مغزِ شمع
وو صنم جب سوں ہوا عالی دماغِ بزمِ حُسن

صرف کیتا ہے ولیؔ عالم منیں نقاشِ طبع
عیش کی تصویر میں رنگِ فراغِ بزمِ حُسن

چلنے منیں اے چنچل ہاتی کو لجاوے توں
بے تاب کرے جگ کوں جب ناز سوں آوے توں

یک بارگی ہو ظاہر بے تابیٔ مشتاقاں
جس وقت کہ غمزے سوں چھاتی کوں چھپاوے توں

گویا کہ شفق پیچھے خورشید ہوا ظاہر
جب اوڈھنی میں پردے کے چہرے کو دکھاوے توں

کوئی فلک مکھ میں انگشت تحیر لے
جب پاؤں نزاکت سوں مجلس میں بچا دے توں
عشاق کی شادی کی اس وقت بجے نوبت
مردنگ کی جس ساعت آواز سنا دے توں
یک تان سنانے میں جی تان لیا سب کا
اب دل سوں بکیں سارے گر بھاؤ بتا دے توں
تو بلائے ریائی سوں شاید کہ کرے توبہ
اس وقت ولی کوں گر بھر جام پلا وے توں

خوبیٔ اعجاز حسنِ یار اگر انشا کروں
بے تکلف صفحۂ کاغذ یدِ بیضا کروں
پونچھتی نئیں کعبۂ مقصود کوں کشتیٔ چشم
فیض سوں انجھواں کے دریا کوں اگر پیدا کروں
جیوں نسیم اب لگ سبک روحی مجھے حاصل نہیں
کس طرح اس غنچۂ بندِ قبا کوں وا کروں

کیا کہوں تجھ قد کی خوبی سروِ عریاں کے حضور
خود بخود رسوا ہے اس کوں پھر کے کیا رسوا کروں

ہندوے زلفِ پری رو ہے پریشانی فروش
بیچ دیوے مجھ کوں سودے میں اگر سودا کروں

سنگ دل کے دل پہ ہووے نقش جیوں نقشِ نگیں
آہ کا لے کر قلم جب درد کو انشا کروں

سر کروں جب وصف تیرے جامۂ گلرنگ کے
جامۂ زیباں کوں برنگ صورتِ دیبا کروں

رات کوں آؤں اگر تیری گلی میں اے حبیب
زیورِ لب ذکر "سبحان الذی اسریٰ" کروں

آرزو دل میں یہی ہے وقت مرنے کے ولیؔ
سروِ قد کوں دیکھ سیرِ عالمِ بالا کروں

تجھ مکھ کی جھلک دیکھ گئی جوت چندر سوں
تجھ مکھ پہ عرق دیکھ گئی آبِ گہر سوں

شرمندہ ہو تجھ مکھ کے دیکھے بعد سکندر
بالفرض بناوے اگر آئینہ قمر سوں

تجھ زلف میں جو دل کہ گیا اس کوں خلاصی
نئیں صبح قیامت تلک اس شب کے سفر سوں

ہر چند کہ وحشت ہے تجھ انکھیاں ستی ظاہر
صد شکر کہ تجھ داغ کوں الفت کے جگر سوں

اشرف کا یہ مصراع ولی مجکوں گماں ہے
الفت ہے دل و جاں کوں مرے سیم نگر سوں

خدایا ملا صاحب درد کوں
کہ میرا کہے درد بے درد کوں

کرے غم سوں صد برگ صد پارہ دل
دکھاؤں اگر چہرۂ زرد کوں

ہٹا بوالہوس تجھ بھواں دیکھ کر
کہاں تاب شمشیر نامرد کوں

اگر جل میں جل کر کنول خاک ہو
نہ پہونچے ترے پاؤں کی گرد کوں

لکھا تجھ دہن کی صفت میں ولی
ہر اک فرد میں جوہر فرد کوں

دیتا نہیں ہے بار رقیب شریر کوں
شاید کہ بوجھتا ہے ہمارے ضمیر کوں

اس نازنیں کی طبع گر آوے خیال میں
بوجھوں صدائے صور قلم کی صریر کوں

بر جا ہے اس کوں عشق کے گوشے منیں قرار
جو پیچ و تاب دل سوں بچھاوے حصیر کوں

اسکے قدم کی خاک میں ہے حشر کی نجات
عشاق کے کفن میں رکھو اس عبیر کوں

مجھ کوں ولی کی طبع کی صافی کی ہے قسم
دیکھا نہیں ہوں جگ میں سجن تجھ نظیر کوں

ہرگز تو نہ لے ساتھ رقیبِ دغلی کوں
مت راہ دے خلوت منیں ایسے حنلی کوں

ترے لبِ یاقوت اُپر خطِ خفی دیکھ
خطّاطِ جہاں نسخ کیے خطِ جلی کوں

اے زہرہ جبیں گلشن ترے مکھ کی کلی دیکھ
گاتا ہے ہر اک صبح میں اٹھ رام کلی کوں

یاقوت کوں ہے قوت ترے خط کی محبّت
ہے دل میں غبار اس کے سبب میر علی کوں

اے ماہ جبیں مہر لقا تیری جبیں پر
کرتا ہوں ہر اک دم منیں دم نادِ علی کوں

میں دل کوں ترے ہاتھ دیا روزِ ازل سوں
مت دل سوں بسار اپنے محبِ ازلی کوں

نہیں منصب و جاگیر نہیں روز وظیفہ
ہر روز ترا نام وظیفہ ہے ولی کوں

فدائے دلبر رنگیں ادا ہوں
شہید شاہد گلگوں قبا ہوں

ہر اک مہ رو کے ملنے کا نہیں ذوق
سخن کے آشنا کا آشنا ہوں

کیا ہوں ترک نرگس کا تماشہ
طلبگار نگاہ باحیا ہوں

نہ کر شمشاد کی تعریف مجھ پاس
کہ میں اس سرو قد کا مبتلا ہوں

کیا میں عرض اس خورشید رو سوں
تو شاہِ حسن میں تیرا گدا ہوں

سدا رکھتا ہوں شوق اسکے سخن کا
ہمیشہ تشنۂ آب بقا ہوں

قدم پر اسکے رکھتا ہوں سدا سر
ولی ہم مشرب رنگ حنا ہوں

تصویر تری جان مصفا پہ لکھا ہوں
یہ نقش پری پردۂ مینا پہ لکھا ہوں

مجھ عاشق یک رنگ سوں دو رنگ ہوا توں
تیری یہ دو رنگی گل رعنا پہ لکھا ہوں

تجھ سنبل پر پیچ کی خوبی میں کتک سطر
موجاں کی نمن صفحۂ دریا پہ لکھا ہوں

یک تل نہیں آرام ترے تل کے سبب مجھ
بصورت تل دل کے سویدا پہ لکھا ہوں

فرہاد لکھا صورت معشوق حجر پر
میں صورت دلبر دل شیدا پہ لکھا ہوں

ہرگز نہ کیا نرم صنم دل کوں اپس کے
یہ سنگ دلی تختۂ خارا پہ لکھا ہوں

اے مردمک چشم تجھ انکھیاں کی یہ لالی
نرگس کے قلم سوں گل لالا پہ لکھا ہوں

اعجاز ترے اس خط روشن کا سری جن
جیوں خط شعاعی ید بیضا پہ لکھا ہوں

پیتم نے قدم رنجہ کیا میری طرف آج
یہ نقش قدم صفحۂ سیما پہ لکھا ہوں

تجھ عشق میں دیکھا ہے یہ دل وسعت منزل
یہ حالت دل دامن صحرا پہ لکھا ہوں

اے آہ بلندی تجھے اس قد کے سبب ہے
تخواہ تری عالم بالا پہ لکھا ہوں

تجھ نرگس مخمور کی کیفیت مستی
اکثر خط ساغر سیتی صہبا پہ لکھا ہوں

اس کے دہن تنگ کی تعریف کا نقشہ
صنعت سوں ولی دیدۂ عنقا پہ لکھا ہوں

صدق ہے آب و رنگ گلشن دیں
پاک بازی ہے شمع راہ یقیں

خوشۂ چیں جمال جاناں ہیں
خرمن ماہ و خوشۂ پرویں

ہے ترے لب سوں اے شکر گفتار
بات کہنا نبات سوں شیریں

قد سوں تیرے عیاں ہے اے جاناں
صورتِ ناز و معنیٔ تمکیں

بسکہ رویا ہوں یاد کر کے تجھے
چشم میری ہے دامنِ گل چیں

زلف تیری ہے اے وفا دشمن
دشمنِ دین و دشمنِ آئین

اے ولیؔ تب نہاں ہو لیلِ فراق
جب عیاں ہو وہ آفتاب جبیں

چھپا ہوں میں صدائے بانسلی میں
کہ تا جاؤں پری رو کی گلی میں

نہ تھی طاقت مجھے آنے کی لیکن
بزورِ آہ پہنچا تجھ گلی میں

عیاں ہے رنگ کی شوخی سوں اے شوخ
بدن تیرا قبائے صندلی میں

جو ہے تیرے دہن میں رنگ و خوبی
کہاں یہ رنگ یہ خوبی کلی میں

کیا جیوں لفظ میں معنی سری جن
مقام اپنا دل و جانِ ولی میں

سحر پرداز ہیں پیا کے نین
ہوش دشمن ہیں خوش ادا کے نین

اے دل اسکے اگے سنبھال کے جا
تیغ برکف ہیں میرزا کے نین

دل ہوا آج مجھ سوں بے گانہ
دیکھ اس رمز آشنا کے نین

جگ میں اپنا نظیر رکھتے نہیں
دلبری میں وہ دل ربا کے نین

نرگستاں کوں دیکھنے مت جا
دیکھ اس نرگسی قبا کے نین

وو ہے گلزار آبرو کا گل
حق نے جس کو دیے حیا کے نین

اے ولی کس آگے کروں فریاد
ظلم کرتے ہیں بے وفا کے نین

باندھا ہے جب سوں شوخ نے خنجر کمر منیں
سب گلرخاں کے جیو پڑے ہیں خطر منیں

جو آب و رنگ تیرے سخن میں ہے اے سجن
ہرگز وہ آب و رنگ نہیں ہے گہر منیں

ہر وقت طبع راغب شربت ہے اے صنم
شاید ترے لباں کا اثر ہے شکر منیں

جمعیت آسماں سوں، توقع بجا نہیں
ہیں آفتاب و ماہ ہمیشہ سفر منیں

قوس قزح کا مصرع ثانی ہوئے ولی
تعریف اس بھواں کی لکھوں جس سطر منیں

خوب رو خوب کام کرتے ہیں
یک نگہ میں غلام کرتے ہیں

دیکھ خوباں کوں وقت ملنے کے
کس ادا سوں سلام کرتے ہیں

کیا وفادار ہیں کہ ملتے ہیں
دل سوں سب رام رام کرتے ہیں

کم نگاہی سوں دیکھتے ہیں ولے
کام اپنا تمام کرتے ہیں

کھولتے ہیں جب اپنی زلفاں کوں
صبح عاشق کوں شام کرتے ہیں

دل لجاتے ہیں اے ولی میرا
سرو قد جب خرام کرتے ہیں

جو پی کے نام پاک پہ جی سوں فدا نہیں
راضی کسی طرح ستی اس پر خدا نہیں

اے نور جان و دیدہ ترے انتظار میں
مدت ہوئی پلک سوں پلک آشنا نہیں

عشاق مستحق ترحم ہیں اے عزیز
ان کے غریب حال پہ سختی روا نہیں

ترشی اپس جبیں سوں نکال اے شکر بچن
عشاق پر غضب ہے یہ ناز و ادا نہیں

اے نو بہار حسن و گل باغ جان و دل
افسوس ہے کہ تجھ منیں رنگِ وفا نہیں

ترک لباس بس کہ کیا ہوں جہاں منیں
تیری گلی کی خاک ورا مجھ قبا نہیں

ڈالے اُکھاڑ کوہ کوں جیوں کاہ اے ولی
عاشق کی آہ سرد کہ جس میں صدا نہیں

مجھے گلشن طرف جانا روا نئیں
اگر گلشن میں وہ رنگیں ادانئیں

بغیر از نقد جان پاک بازا
متاع حسن کا وو جا بہانئ

کیا ہے عاشقاں کے خون سوں رنگیں
کف خوں ریز پر رنگ حنا نئیں

سنا ہے تجھ نگاہ با حیا سو
کہ ہرگز چشم نرگس میں حیان

تری زلفاں کے سنبل کا محرک
ہوائے عشق بازاں ہے صبا نئیں

ترا قد دیکھ کر کہتی ہے قمر
کہ ہرگز سرو میں ایسی ادانی

ترا مکھ دیکھنا ہے واجب العین
ادائے فرض میرا خوف وریا نئیں

عجب ہے اے دردریائے خو
کہ دل تیرا مروت آشنائ

ولی گلرو کی دانش پر نظر کر
بہار حسن کو چنداں بقا نئیں

نگہ التفات مجھ طرف اے ماہ رو کرو
سینے کا زخم تار نگہ سوں رفو کرو

اے گل رخاں اپس کی تجلی سوں ایک بار
روشن چراغ خانۂ ہر آرزو کرو

اس کی بھواں کی تیغ کے پانی سوں عاشقاں
دایم نماز عشق کوں اول وضو کرو

مانند گل ہوا ہے یو دل چاک چاک آج
بر جا ہے ہاتھ لے سکے اگر اس کوں لو کرو

معشوق ہے بغل میں ولی یو سنا ہو نئیں
مت دل کے باج اس کوں کہیں جستجو کرو

مت تمن انتظار ماہ کرو
ماہ رو کوں چراغ راہ کرو

سفر عشق کا اگر ہے خیال
ہمت دل کوں زاد راہ کرو

مکھ دکھاوے گا یوسف معنی
دل سوں گر دیکھنے کی چاہ کرو

عاشقاں! عاشقی کے دعوے پر
آہ و زاری کوں دو گواہ کرو

گل و بلبل کا گرم ہے بازار
اس چمن میں جدھر نگاہ کرو

سرخ روئی ہے عاشقاں کی مدام
گر رقیباں کا رو سیاہ کرو

حال دل پر ولی کے اے جاناں
نظر لطف گاہ گاہ کرو

صحبت غیر موں جا یا نہ کرو
دردمنداں کو کڑھایا نہ کرو

حق پرستی کا اگر دعویٰ ہے
بے گناہاں کوں ستایا نہ کرو

اپنی خوبی کے اگر طالب ہو
اپنے طالب کوں جلایا نہ کرو

ہے اگر خاطر عشاق عزیز
غیر کوں درس دکھایا نہ کرو

مجکوں ترشی کا ہے پرہیز صنم
چینی ابرو کوں دکھایا نہ کرو

دل کوں ہوتی ہے سجن بے تابی
زلف کوں ہاتھ لگایا نہ کرو

نگہ تلخ سوں اپنی ظالم
زہر کا جام پلایا نہ کرو

ہم کوں برداشت نہیں ہے غصے کی
بے سبب غصے میں آیا نہ کرو

پاک بازاں میں ہے مشہور وکی
اس سوں چہرے کوں چھپایا نہ کرو

شوخی ناز سوں عشاق کوں حیراں نہ کرو
گردش چشم کوں غارت گر ایمان نہ کرو

فکر جمعیت اپس دل میں کیے ہیں زہّاد
زلف یوں ہول غریباں کوں پریشاں نہ کرو

عشق کا داغ ہے محتاج نمک کا دایم
لب دلدار بنا اس کا نمکداں نہ کرو

تب تلک بوئے محبت کی نہ پاؤ ہرگز
جب تلک گل کی نمن چاک گریباں نہ کرو

لب تمھارے ہیں شفا بخش ولی ہے بیمار
حیف صد حیف کہ اسوقت میں درماں نہ کرو

غفلت میں وقت اپنا نہ کھو ہشیار ہو
کب لگ رہے گا خواب میں بیدار ہو بیدار ہو

گر دیکھنا ہے مدعا اس شاہد معنی کا رو
ظاہر پرستاں سوں سدا بیزار ہو بیزار ہو

جیوں چتر داغ عشق کوں رکھ سر پہ اپنے اولا
تب فوج اہل درد کا سردار ہو سردار ہو

وہ نو بہار عاشقاں ہے جیوں سحر جگ میں عیاں
اے دیدہ وقت خواب نئیں بیدار ہو بیدار ہو

مطلع کا مصرع اے ولی ورد زباں کر رات دن
غفلت میں وقت اپنا نہ کھو ہشیار ہو ہشیار ہو

مکھ تجھ کا یو آفتاب رہو
ذرہ ذرہ یو کامیاب رہو

یو پیشانی جو ہے ہلال نمن
حق سوں چھپتا ہوں ماہتاب رہو

عاشقاں اسکے پاس منگتے ہیں
مے رہو یار ہور رباب رہو

بہوت دشنام دے کرم فرما
لطف تمنا کا بے حساب رہو

مست اچھتا ولی یو شعر ترا
دشمناں کا یو دل کباب رہو

غنچہ نمط تجھ باس کا دل پیرہن سب دن اچھو
مجھ نین کے نعلین میں تیرے چرن سب دن اچھو

پیالے محباں دیکھ کر یوں ساقی کوثر ہوا
فردوس سوں ہے جلوہ گر یو انجمن سب دن اچھو

تجھ یاد سوں راحت اچھو سب مومناں کی جان میں
تیرے چرن کی خاک سوں روشن نین سب دن اچھو

وہ سایۂ قامت کیا پیدا اگل و سنبل کے تئیں
رنگِ گلستانِ ارم تیرا چمن سب دن اچھو

تیرے کرم کے ہاتھ سوں موسےٰ ید بیضا لیا
ہمدم دمِ عیسیٰ کا توں امرت بچن سب دن اچھو
ہر دم طبع کے سیس پر تجھ یاد کا افسر رکھوں
تیری محبت کا رتن دل میں جتن سب دن اچھو
تجھ باج مخصوص جہاں وو ذاتِ عالی چار ہیں
ان کی محبت کا وؔلی دل میں وطن سب دن اچھو

کیا مجھ عشق نے ظالم کوں آب آہستہ آہستہ
کہ آتش گل کو کرتی ہے گلاب آہستہ آہستہ
وفاداری نے دلبر کی بجھایا آتشِ غم کوں
کہ گرمی دفع کرتا ہے گلاب آہستہ آہستہ
عجب کچھ لطف رکھتا ہے شبِ خلوت میں گلرو سوں
خطاب آہستہ آہستہ، جواب آہستہ آہستہ
مرے دل کوں کیا بے خود تری انکھیاں نے آخر کوں
کہ جیوں بیہوش کرتی ہے شراب آہستہ آہستہ

ہوا تجھ عشق سوں اے آتشیں رو دل مرا پانی
کہ جیوں گلتا ہے آتش سوں گلاب آہستہ آہستہ

ادا و ناز سوں آتا ہے وہ روشن جبیں گھر سوں
کہ جیوں مشرق سوں نکلے آفتاب آہستہ اہستہ

ولی مجھ دل میں آتا ہے خیالِ یار بے پروا
کہ جیوں انکھیاں منیں آتا ہے خواب آہستہ آہستہ

ترے غم میں مرے نیناں سوں گر جاری ہوں جیحوں اُٹھ
کریں تعظیم اس سیل انجھو کی کوہ دھاموں اُٹھ

ترے قامت کی بالائی میں گر مصرع کروں موزوں
سرو قد سوں کرے تعظیم میری سرو موزوں اُٹھ

شکستِ فوج دل آساں ہے گر نیناں ترے ظالم
نگہ کی تیغ کوں لے کر کریں شب کو سو شبخوں اُٹھ

اگر تجھ حسن کی شہرت سنے اسے غیرتِ لیلےٰ
عجب نئیں گر قبر سیتی چلے رسوا ہو مجنوں اُٹھ

ہماری نیک بختی سر پہ تیرے سایہ گستر ہے
عجب کیا گر تری خدمت منیں آوے ہمایوں اٹھ

تری بیمار چشماں کی حقیقت کس پہ ظاہر نئیں
گیا ہے سدھ بسر عالم کے عرصے سوں فلاطوں اٹھ

ولی تیری نگاہ مست کی تعریف گر بولے
تو استقبال کوں آوے ہزاراں چشم میگوں اٹھ

اس سوں رکھتا ہوں خیال دوستی
جسکے چہرے پر ہے خال دوستی

خشک لب دو کیوں رہے عالم منیں
جسکو حاصل ہے زلال دوستی

شمع بزم اہل معنی کیوں نہ ہوئے
جس اپر روشن ہے حال دوستی

اس سخن سوں آشنا ہے دردمند
درد دوری ہے وبال دوستی

اے سجن تجھ مکھ کے مصحف میں مجھے
دیکھنا برجا ہے فالِ دوستی

فیض سوں تجھ قد کے اے رنگیں بہار
تازہ و تر ہے نہالِ دوستی

اے ولی ہر آن کر مشقِ وفا
ہے وفاداری کمالِ دوستی

جو کئی ہر رنگ میں اپنے کوں شامل کر نہیں گنتے
ہمن سب عاقلاں میں اسکوں عاقل کر نہیں گنتے

مدرس مدرسے میں گر نہ بولے درس درشن کا
تو اس کوں عاشقاں استاد کامل کر نہیں گنتے

خیال خام کوں جو کئی کہ دھووے صفحۂ دل سوں
تصوف کے مطالب کوں وہ مشکل کر نہیں گنتے

جو بسمل نئیں ہوا تیری نین کی تیغ سوں بسمل
شہیداں جگ کے اس بسمل کوں بسمل کر نہیں گنتے

پرت کے پنتھ میں جو کئی سفر کرتے ہیں رات ہور دن
دو دنیا کوں بغیر از چاہ بابل کر نہیں گنتے

نہیں جس دل میں پی کی یاد کی گرمی کی بیتابی
تو ویسے دل کوں سارے دلبراں دل کر نہیں گنتے

رہے محروم تیری زلف کے مہرے سوں وہ دائم
جو کئی تیری نین کوں زہر قاتل کر نہیں گنتے

نہ پاوے وہ دنیا میں لذت دیوانگی ہر گز
جو تجھ زلفاں کے حلقے کوں سلاسل کر نہیں گنتے

بغیر از معرفت سب بات میں گر کئی اچھے کامل
ولی سب اہل عرفاں اس کوں کامل کر نہیں گنتے

سجن اتجھ بن ہمن گلشن کوں گلشن کر نہیں گنتے
بجز تیرے سیہ روشن کوں روشن کر نہیں گنتے

سکندر کیوں نہ جاوے بحر حیرت میں کہ مشتاقاں
تمھارے مکھ آگے درپن کوں درپن کر نہیں گنتے

نہیں تیرے کر رقیباں سوں عداوت دل میں ہمنا کے
مروت دوستاں دشمن کوں دشمن کر نہیں گنتے

اگر انجھواں کے گوہر سوں مکلل نئیں ہوا دامن
محبت مشرب اس دامن کوں دامن کر نہیں گنتے

دکی دل میں ہمارے حاسداں کا خوف نہیں ہرگز
مجرو روکسی رہزن کوں رہزن کر نہیں گنتے

ترے قد کی نزاکت سوں دسے مجھ سرو جیوں لکڑی
ترے گل برگ لب آگے خجل ہے پھول کی پکھڑی

کلاہ آبرو اس کی اتاری باغباں بھوئیں پر
چمن میں پھول کی ڈالی تجھے جو دیکھ کر اکڑی

ستم پرور سوں دکھ کہنا کئے پر لون لاتا ہے
نہ کہیو سر اسے جو کئی نہ بوجھے سر ہے یا گگڑی

غزیؔ سوں نہ سمجھو سادہ دل بقال پر فن کوں
کہ جو کھا ان نے عاشق کوں بھواں کی ہاتھ لے تکڑی

نہ ہووے اے ولی حل ہرگز اس کا عقدۂ مشکل
تماشے سوں کے جن نے دل میں اپنے گرہ پکڑی

یہ مرا رونا کہ تیری ہے ہنسی
آپ بس نئیں پربسی ہے پربسی

ہے کل عالم میں کرم میرے اُپر
جز رسی ہے جز رسی ہی جز رسی

رات دن جگ میں رفیقِ بیکساں
بیکسی ہے بیکسی ہے بیکسی

مست ہونا عشق میں تیرے صنم
ناکسی ہے ناکسی ہے ناکسی

باعثِ رسوائی عالم ولی
مفلسی ہے مفلسی ہے مفلسی

Most Important: [illegible]

زبان یار ہے از بسکہ یار خاموشی
بہار خط میں ہے برجا بہار خاموشی

سیاہی خط شب رنگ سوں مصورنا
لکھا نگار کے لب پر نگار خاموشی

اٹھا ہے لشکر اہل سخن میں حیرت سوں
غبار خط سوں صنم کے غبار خاموشی

ظہور خط میں کیا ہے حیا نے بس کہ ظہو
یو دل شکار ہوا ہے شکار خاموشی

ہمیشہ لشکر آفات سوں رہے محفوظ
نصیب جس کوں ہوا ہے حصار خاموشی

غرور زر سوں بجا ہے سکوت بے مغز
کہ بے صدا ہے سدا کوہسار خاموشی

ولی نگاہ کر اس خط سبز رنگ کوں آج
کہ طور نور میں ہے سبزہ زار خاموشی

مشتاق ہیں عشاق تری بانکی ادا کے
زخمی ہیں محباں تری شمشیر جفا کے

ہر پیچ میں چیرے کے ترے لپٹے ہیں عاشق
عالم کے دلاں بند ہیں تجھ بند قبا کے

لرزاں ہے ترے دست اگے پنجۂ خورشید
تجھ حسن اگے ہات ملائک ہیں سما کے

تجھ زلف کے حلقے میں ہے دل بند ولی کا
ٹک مہر کرو حال اُپر بے سروپا کے

تنہا نہ ولی جگ منیں لکھتا ہے ترے وصف
دفتر لکھے عالم نے تری مدح و ثنا کے

اس کوں حاصل کیونکے ہوئے جگ میں فراغ زندگی
گردش افلاک سے جس کوں ایاغ زندگی

اے عزیزاں سیر گلشن ہے گل داغ الم
صحبت احباب ہے معنے میں باغ زندگی

لب ہیں تیرے فی الحقیقت چشمۂ آبِ حیات
خضرِ خط نے اس سوں پایا ہے سراغِ زندگی

جب سوں دیکھا نئیں نظر بھر کاکلِ مشکین یا
تب سوں جیوں سنبل پریشاں ہے دماغ زند

آسماں میری نظر میں کلبۂ تاریک ہے
گر نہ دیکھوں تجھ کوں اے چشم و چراغ زندگی

لالۂ خونیں کفن کے حال سوں ظاہر ہو
بستگی ہے خال سوں خوباں کے داغ زند

کیوں نہ ہووے اے ولی روشن شبِ قدرِ حیات
ہے نگاہ گرم گل رویاں چراغِ زندگی

ترا قد دیکھ اے سید معالی
سخن فہماں کی ہوئی ہے فکر عالی

ترے پانواں کی خوبی پر نظر ک
ہوئے ہیں گل رخاں جیوں نقش قالی

شفق لو ہو میں ڈوبا سر سوں پگ لگ
تو باندھا سر پہ جب چیرا گلابی
ہوا تیرے خیالاں سوں سراپا
مرا دل مثل فانوس خیالی

تری انکھیاں دسیں مجھ یوں سیہ مست
پیا گویا شراب پرتگالی
گیا ہے خوف سوں اڑ لعل کا رنگ
ترے یاقوت لب کی دیکھ لالی

خیال اس خال کا ازبس ہے دلچسپ
نہیں دنیا میں یک دل اس سوں خالی
ترے لب ہور ترے ابرو کے دیکھے
پڑھوں شعر زلالی اور ہلالی

تری انکھیاں میں ڈورے دیکھ کر سرخ
بنائی خلق نے ریشم کی جالی
کرے تا استراحت مجھ انکھاں میں
کیا ہوں دو پلک تو شک نہالی

اگر پوچھے وہ بے پروا مرا نانوں
کہو مشتاق رند لا ابالی

ہوئے معزدل خوباں جگ کے جب سوں
ہوا تو حسن کے کشور کا والی

ولیؔ تب سوں ہوا ہم کار فرہاد
سنا جب سوں تری شیریں مقالی

اقلیم دلبری کا وو دل ربا ہی والی
آتا ہے جس پہ صادق مفہوم بے مثالی

وحشی نگہ کوں ہرگز مسند نشیں نہ پاوے
محروم صید سوں ہے ہر آن شیر قالی

جز رمز داں نہ پہونچے معنی کوں اسکے ہرگز
مد نگاہ عاشق ہے مصرع خیالی

ابیات صاف رنگیں رکھتا ہے مثنوی میں
تیرے لباں کا گویا شاگرد ہے زلالی

جب لگ مری حقیقت تفصیل سوں نہ بوجھے
ہرگز نہ ہو سخن وہ رند لا اُبالی
غیرت کوں کام فرما، نامحرموں سوں مت مِل
اے نوجواں نہیں ہے ہنگام خرد سالی
آزردگی سوں اس کی مت خوف کر ولی توں
ہے عین مہربانی اس مہرباں کی گالی

چھوڑ اے شوخ طرزِ خودکامی
مت ہو ہر دیدہ باز کا دامی
تجھ لب و زلف کے تماشے کوں
چل کے آئے ہیں مصری و شامی
زلف تیری ہوئی ہے چرب زباں
حفظ کر کر قصیدۂ لامی
باغ میں تجھ انکھاں سوں پایا ہے
گُل نرگس تخلص جامی

نامۂ حسن پر نگہہ کر دیکھ
پی کی انکھیاں ہیں مہر بادامی

اے نگیں لب کیا ہے حق نے تجھے
نونہالان حسن میں نامی

چشم رکھتا ہوں اے سجن کہ پڑھوں
تجھ نگہہ سوں قصیدۂ جامی

پستہ لب تجھ انکھاں کوں کر کر یاد
پہنتا ہوں قبائے بادامی

اے ولی غیر عشق حرف دگر
پختہ مغزاں کے نزد ہے خامی

تیرا لب دیکھ حیواں یاد آوے
ترا مکھ دیکھ کنعاں یاد آوے

ترے دو نین جب دیکھوں نظر بھر
مجھے تب نرگستاں یاد آوے

تیری زلفاں کی طولانی کوں دیکھے
مجھے لیل زمستاں یاد آوے

ترے خط کا زمرد رنگ دیکھے
بہارِ سنبلستاں یاد آوے

ترے مکھ کے چمن کے دیکھنے سوں
مجھے فردوسِ رضواں یاد آوے

تری زلفاں میں یو مکھ جو کہ دیکھے
اسے شمع شبستاں یاد آوے

جو کئی دیکھے مری انکھیاں کو روتے
اسے ابر بہاراں یاد آوے

جو میرے حال کی گردش کوں دیکھے
اسے گرداب گرداں یاد آوے

ولی میرا جنوں جو کئی کہ دیکھے
اسے کوہ و بیاباں یاد آوے

سرود عیش گاویں ہم، اگر وو عشوہ ساز آوے
بجاویں طبل شادی کے اگر وو دل نواز آوے

خمار ہجر نے جس کے دیا ہے درد سر مجکوں
رکھوں نشہ نمن انکھیاں میں گر وو مست ناز آوے

جنوں عشق میں مجکوں نہیں زنجیر کی حاجت
اگر میری خبر لینے کوں وو زلف دراز آوے

ادب کے اہتمام آگے نہ پاوے بار واں ہرگز
ترے سایے کی پابوسی کوں گر رنگ ایاز آوے

عجب نئیں گر گلاں دوڑیں پکڑ کر صورت قمری
اداسوں جب چمن بھیتر وو سرو سرفراز آوے

پرستش اس کی میرے سر پہ ہووے سرستی لازم
صنم میرا رقیباں کے اگر ملنے سوں باز آوے

ولی اس گوہر کان حیا کی کیا کہوں خوبی
مرے گھر اس طرح آتا ہے جیوں سینے میں راز آوے

تو اس زلفاں کے حلقے سوں اگر دریا پہ چل جاوے
عجب نئیں اے پری پیکر اگر گرداب بل جاوے

کہاں طاقت ہے ہر اک کوں کہ دیکھے تجھ طرف ظالم
ترے ابرو کی یہ شمشیر رستم دیکھ ٹل جاوے

لگے برسات انجھواں کی ہر اک کے دیدۂ تر سوں
جہاں مانند بجلی کے مرا چنچل چپل جاوے

تو جب نہانے کوں جاوے روز روشنی جانب دریا
ترے زلفاں کے ہندو کی سیاہی تا زحل جاوے

ترے فدوی ترے دربار آسکتے نہیں ہرگز
رقیب روسیہ جاوے تو اس گھر سوں خلل جاوے

چمن میں گر خبر جاوے ہمارے دل کی سوزش کی
دلِ بلبل کے مانند ہر گلِ خوش رنگ جل جاوے

کروں جب آہ و نالہ کا علم برپا ترے غم میں
مرے انجھوں کی فوجاں سوں ندی کا پل کھسل جاوے

تری انکھیاں کی ہے تعریف ہر ہر بیت میں میری
غزالاں صید ہو آویں جہاں مری غزل جاوے

ولی ہے اس قدر صافی صنم کے صاف چہرے پر
کہ اس کے وصف لکھنے میں قلم کا پگ پھسل جائے

تجھ نگاہ مست سوں حاصل ہے مدہوشی مجھے
تجھ لب خاموش نے بخشی ہے خاموشی مجھے

غیر سوں خالی کیا ہوں دل کوں اپنے جیوں حباب
تجھ نگہ نے جب سوں بخشی خانہ بردوشی مجھے

جام میں روشن ہے جم کی سلطنت کا سب حساب
عیش سلطانی کا ہے فیض قدح نوشی مجھے

تجھ کمر کی تاب پر طاقت ربائی ختم ہے
اس نزاکت نے دیا میل ہم آغوشی مجھے

اے ولی از بس کہ اس کی یاد میں ہے محو دل
غیر کے خطرے سوں نس دن ہے فراموشی مجھے

نگر اس دل ربا کی دل ربا ہے
نگہ اُس خوش ادا کی خوش ادا ہے

سجن کے حسن کوں ٹک فکر سوں دیکھ
کہ یہ آئینۂ معنی نما ہے

یہ خط ہے جوہر آئینہ راز
اسے مشکِ ختن کہنا بجا ہے

ہوا معلوم تجھ زلفاں سوں اے شوخ
کہ شاہِ حُسن پر ظلِّ ہما ہے

نہ ہووے کوہ کن کیوں آکے عاشق
جو وو شیریں ادا گل گوں قبا ہے

نہ پوچھو آہ و زاری کی حقیقت
عزیزاں عاشقی کا مقتضا ہے

ولی کوں مت ملامت کر اے واعظ
ملامت عاشقوں پر کب روا ہے

تیغ ابرو کی جب وہ جھاڑا ہے
کئی ہزاروں کو جی سے مارا ہے

ایک غمزے سوں چشم کی ان نے
کئی چکاروں کے تئیں پچھاڑا نے

اس کی صورت کوں حق مصوّر ہو
کھینچ کیا ناز سوں اُتارا ہے

ہر پلک عاشقوں کے جی کے تئیں
کاٹنے کوں بس ایک آرا ہے

کان کے دُر کی کیا کروں تعریف
پہلوئے ماہ جیوں ستارا ہے

اُس کے سر چیرۂ مقیشی کا
کیا جھلک اور عجب جھکارا ہے

آج اس کی سیدا کی خوبی کا
جیل پریوں میں کیا پکارا ہے

حق سے مغرور ہو کے پھرتا ہے
ہے ولی بازکیا بچارا ہے

آج سر سبز کوہ و صحرا ہے
ہر طرف سیر ہے تماشا ہے
چہرۂ یار و قامت زیبا
گل رنگین و سرو رعنا ہے
معنے حسن و معنئ خوبی
صورت یار سوں ہویدا ہے
دم جاں بخش نوخطاں مجکوں
چشمۂ خضر ہے مسیحا ہے
کمر نازک و دہان صنم
فکر باریک ہے معما ہے
مو بہ مو اس کوں ہے پریشانی
زلف مشکیں کا جس کوں سودا ہے
کیا حقیقت ہے تجھ تواضع کی
یو تلطف ہے یا مدارا ہے
سبب دل ربائی عاشق
مہر ہے لطف ہے دلاسا ہے

جوں ولی رات دن ہے محو خیال
جس کوں تجھ وصل کی تمنا ہے

نہ وو بالا نہ وو بالی بلا ہے
بلائے عاشقاں ناز و ادا ہے

تغافل شوخ کا عاشق کے حق میں
ستم ہے ظلم ہے جور و جفا ہے

کہا مژگاں نے اسکی سو زباں سوں
کہ عاشق پر ستم کرنا روا ہے

نہ جاوے تجھ کوں چھوڑ اے گلشن ناز
مرا دل بلبل باغ وفا ہے

زہے دولت کہ دائم سایۂ یار
ہمارے سر پہ جیوں ظل ہما ہے

مرا دل کیوں نہ جاوے اس گلی میں
گلی اس دل ربا کی دل کشا ہے

ہمیشہ عندلیب عاشق کوں
گل مقصود تیرا نقش پا ہے
ولی آتے ہیں راہ عشق میں وو
کہ جن کوں استقامت کا عصا ہے

قد ترا رشک سرو رعنا ہے
معنئے ناز کی سراپا ہے
تجھ بھواں کی میں کیا کروں تعریف
مطلع شوخ در عزد ایسا ہے
ساقی و مطرب آج ہیں ہم رنگ
نشۂ بےخودی دو بالا ہے
کیوں نہ ہر ذرہ رقص میں آئے
جلوہ گر آفتاب سیا ہے
نہ رہے اس کے قد کوں دیکھ بجا
سرو ہر چند پائے بر جا ہے

چمن حسن میں نگہ کر دیکھ
زلفِ معشوق عشق پیچا ہے
نہ کہے کیوں نثار نقد نیاز
جس کوں تجھ ناز کی تمنا ہے
کیوں نہ مجھ دل کوں زندگی بخشے
بات تیری دمِ مسیحا ہے
سنبل اس کی نظر میں جا نہ کرے
جس کوں تجھ گیسواں کا سودا ہے
اس کے پیچاں کا کچھ شمار نہیں
زلف ہے یا یہ موجِ دریا ہے
ترک کر اے رقیب فرعونی
آہ میری عصائے موسیٰ ہے
آج تجھ غم سوں ہے ولیؔ گریاں
دیکھ جل پور کا تماشا ہے

کہاں ابرو پہ جیو قرباں ہوا ہے
دل اسکے تیر کا پیکاں ہوا ہے

بھواں، تیغ و پلک خنجر نگہ تیر
یو کس کے قتل کا ساماں ہوا ہے

مرا دل مج سوں کر کر بیوفائی
پسند خاطرِ خوباں ہوا ہے

پیا ہے جام دل سوں بادۂ خوں
جو بزمِ عشق میں مہماں ہوا ہے

عزیزاں کیا ہے پروانے کے دل میں
کہ جی دینا اُسے آساں ہوا ہے

طبیباں کا نہیں محتاج ہرگز
جسے دردِ بتاں درماں ہوا ہے

برنگِ گل فراقِ گل رخاں میں
گریباں چاک تا داماں ہوا ہے

سوادِ خطِ خوباں دل کشی میں
بہارِ گلشنِ ریحاں ہوا ہے

ولی تصویر اس کی جن نے دیکھا
مثالِ آرسی حیراں ہوا ہے

تجھ یاد کی تسبیح سوں سینہ مرا ملکوت ہے
تجھ عشق کا مجھ دل منیں جبروت اور لاہوت ہے

جم گرچہ غالب دم پہ ہے جی تجھ دم ستی
نئیں دم کی کچھ پروا اسے جو عاشق مبہوت ہے

تجھ روپ کے گلزار سوں تن من مرا گلشن ہوا
میرے نین میں تو سجن جیسے چندر روز حوت ہے

ثابت سجن کے عشق سوں جیوں حال تھا منصور کا
یوں عشق میرا جگ منیں اثبات ہر ر عبثوت ہے

تجھ جان بن دل کا کفن بیشک کنول جیوں چاک ہے
تجھ غم منیں جھک جھک سجن یہ تن مرا تابوت ہے

سرو میرا مہر سوں آزاد ہے
شوخ ہے، بے درد ہے، صیاد ہے

ہاتھ سوں اس غمزۂ خوں ریز کے
داد ہے، بے داد ہے، فریاد ہے

اب ہووے کیونکہ دل اس سرو کا
سخت ہے، بے رحم ہے، فولاد ہے

عشق میں شیریں بچن کے رات دن
آہ دل پر تیشۂ فرہاد ہے

غم نہیں مجنوں کوں ہرگز اے ولیؔ
خانۂ زنجیر اگر آباد ہے

عشق میں صبر و رضا درکار ہے
فکر اسباب وفا درکار ہے

چاک کر لے جامۂ صبر و قرار
دل پر رنگیں قبا درکار ہے

ہر صنم تسخیرِ دل کیوں کر سکے
دل ربائی کوں ادا درکار ہے

زلف کوں واکر کے شاہِ عشق کوں
سایۂ بالِ ہما درکار ہے

رکھ قدم مجھ دیدۂ خوں بار پر
گر تجھے رنگِ حنا درکار ہے

دیکھ اس کی چشمِ شہلا کو اگر
نرگسِ باغِ حیا درکار ہے

عزم اسکے وصل کا ہے اے ولی
لیکن امدادِ خدا درکار ہے

قبلۂ اہلِ صفا شمشیر ہے
ہادیٔ مشکل کشا شمشیر ہے

غازیاں اہلِ سعادت کیوں نہ ہوں
سایۂ بالِ ہما شمشیر ہے

بوالہوس اسکے آگے کیوں آ سکے
صورتِ دستِ قضا شمشیر ہے

کیوں نہ دشمن کے کرے سینے میں جا
ناخنِ شیرِ خدا شمشیر ہے

اولاً ریحان و آخر لالہ رنگ
ظاہرا برگِ حنا شمشیر ہے

زندہ جاوید شہیداں کیوں نہوں
موجۂ آبِ بقا شمشیر ہے

سالکِ راہِ فنا کوں دمبدم
آخرت کی رہنما شمشیر ہے

صاحبِ ہمت کوں نت ہے دستگیر
مرشدِ حاجت روا شمشیر ہے

راہِ غربت میں کہ مشکل ہے تمام
ناتوانوں کا عصا شمشیر ہے

دشمناں کیوں کر سکیں مکر و فریب
صیقلِ رنگِ دغا شمشیر ہے

ہے کلیدِ فتح بابِ مدعا
ناخنِ مشکل کشا شمشیر ہے

کیوں نہ ہووے آب سر سوں تا قدم
جوہر کانِ حیا شمشیر ہے

کیوں نہ ہووے قتلِ عاشق دمبدم
شوخ کی بانکی ادا شمشیر ہے

جن نے پکڑا گوشۂ آزادگی
اس کو موجِ بوریا شمشیر ہے

کعبۂ فتح و ظفر میں اے ولی
شکلِ محرابِ دعا شمشیر ہے

نہ پوچھو خود بخود موہن میں اڑ ہے
رقیبِ روسیہ فتنہ کی جڑ ہے

ہر اک زلفاں کے دیکھے نئیں اٹکتا
اٹکتا ہوں جہاں دل کی پکڑ ہے

کروں کیوں سنگدل کے دل کو تسخیر
زبردستی میں بیجا پر کا گڑ ہے

نہیں بل وار جیسے اسیر یہ اسکے
عزیزاں! یو جوانی کی اکڑ ہے

برستا ہے سجن کے مکھ اُپر نور
نگا ہوں کی ہر اک جانب سوں جھڑ ہے

نکلتا ہے جب کٹاری ہاتھ لیکر
دو عالم اس کٹاری سوں دو دھڑ ہے

جگت جوگی ہوا ہے دیکھ تجھ کوں
سُرج جوگی فلک جوگی کی مڑ ہے

کسی کی بات پر رکھتا نہیں گوش
ہٹیلے، ہٹ بھرے میں سخت اڑ ہے

ولی تو بحر معنی کا ہے غواص
ہر اک مصرع ترا موتیاں کی لڑ ہے

زلف موہن کی کہ عنبر بیز ہے
حسن کے دعوے کی دست آویز ہے

ہے گل رعنا بہار حُسن کا
ناز تیرا جو نیاز آمیز ہے

شوق کے مرکب کو راہِ عشق میں
اے سجن تیری نگہ مہمیز ہے

ہر پلک تیری کہ ہے تیغِ فرنگ
عاشقاں کے مارنے کوں تیز ہے

ہاتھ میں مہدی کر نہ سمجھو تم بیاض
شوخ کے ملنے کی دستاویز ہے

چاہتا ہوں دل ستی اے نازنیں
جنگ تیری وہ کہ صلح آمیز ہے

تجھ سخن کے وصف لکھنے میں قلم
ابرِ نیساں کے نمن دُر ریز ہے

تجھ تغافل سوں ہوا ہے رونما
گریۂ عاشق کہ خوں آمیز ہے

دل مرا اے دلبرِ شیریں بچن
تجھ لباں کے شوق سوں لبریز ہے
اے ولیؔ لگتا ہے ہر دل کوں عزیز
شعر تیرا بس کہ شوق انگیز ہے

ہر طرف ہنگامۂ اجلاف ہے
مست کسو سوں ملِ اگر اشراف ہے
ہر سحر تجھ نعمتِ دیدار کی
آرسی کو اشتہائے صاف ہے
نیں شفق ہر شام تیرے خواب کوں
پنجۂ خورشید مخمل باف ہے
نقدِ دل دوجے کوں دینا تجھ بغیر
حق شناسوں کے نزک اسراف ہے
کیا کہ دل تفسیرِ غم ہر اشکِ چشم
رازِ قرآں کا کشاف ہے

مست جامِ عشق کوں کچھ غم نہیں
خاطرِ ناصلح اگر ناصاف ہے

وسوسے سوں دل کے مت کر زر طلب
سینہ صافوں کی نظر صراف ہے

جب سوں وہ آتا ہے ہمراہِ رقیب
دردمنداں کا مکاں اعراف ہے

رحم کرتا نئیں ہمارے حال پر
شوخ ہے، سرکش ہے، بے انصاف ہے

صورتِ نارستہ خط ہے جلوہ گر
اس قدر چہرہ صنم کا صاف ہے

اے ولیؔ تعریف اس کی کیا کروں
ہر طرح مستغنی الاوصاف ہے

اس سرو خوش ادا کوں ہمارا اسلام ہے
اس یار بے وفا کو ہمارا اسلام ہے

لبتا نہیں سلام ہمارا جواب سوں
اس صاحبِ حیا کو ہمارا سلام ہے

اس باج دل میں میرے دوجا نئیں ہے مدعا
اس دل کے مدعا کوں ہمارا سلام ہے

ناز و ادا سوں دل کو مرے مبتلا کیا
اس نازنیں پیا کو ہمارا سلام ہے

آرام جان و دل ہے وہی جس کا دیکھنا
اس جانِ دل ربا کو ہمارا سلام ہے

صنم میرا نپٹ روشن بیاں ہے
برنگِ شعلہ سر تا پا زباں ہے

نظر کرنے میں دل اس کا لیا ہوں
کمندِ گل نگاہِ بلبلاں ہے

بجا ہے گر دہ سروِ گلشن ناز
ہماری راستی پر مہرباں ہے

وفا کر حسن پر مغرور مت ہو
وفاداری بہارِ بے خزاں ہے

صنم مجھ دیدہ و دل میں گزر کر
ہُوا ہے، باغ ہے آبِ رواں ہے

ہوا تیر ملامت کا نشانہ
نظر میں جس کی وہ ابرو کماں ہے

ولی اس کی جفا سوں خوف مت کر
جفا کرنا وفا کا امتحاں ہے

عارفاں پر ہمیشہ روشن ہے
کہ فنِ عاشقی عجب فن ہے

دشمنِ دیں کا دین دشمن ہے
راہزن کا چراغ روشن ہے

کیوں نہ ہو مظہرِ تجلی یار
کہ دلِ صاف مثلِ درپن ہے

عشق بازاں ہیں تجھ گلی میں مقیم
بلبلاں کا مقام گلشن ہے

سفرِ عشق کیوں نہ ہو مشکل
غمزۂ چشم یار رہزن ہے

بارمت دے رقیب کوں اے یار
دوستاں کا رقیب دشمن ہے

تنگ چشمی ہے راہِ بے بصری
گرچہ مقدارِ چشم سوزن ہے

مجکوں روشن دلاں نے دی ہے خبر
کہ سخن کا چراغ روشن ہے

گہیر رکھتا ہے دل کوں جامۂ تنگ
جگ منیں دور دور دامن ہے

عشق میں شمع روکے جلتا ہوں
حال میرا سبھوں پہ روشن ہے

اے ولی تیغ غم سوں خوف نہیں
خاکساری بدن پہ جوشن ہے

اے ولیؔ صاحبِ سخن کی زباں
بزمِ معنی کی شمع روشن ہے

نکل اے دلربا گھر سوں کہ وقتِ بیحجابی ہے
چمن میں چل، بہارِ نسترن مے ماہتابی ہے

کسی کی بات سنتا نئیں کسی پر رحم کرتا نئیں
ہٹیلا ہے، ستمگر ہے، جفا جو ہے شرابی ہے

گیا ہے جب سوں وو گلرو چمن میں میکشی کرنے
ہر اک گل صورتِ ساغر ہر اک غنچہ گلابی ہے

گلی میں اس ستمگر کی نہ جا ایدل نہ جا اے دل
کہ جانبازی میں آفت ہے، قیامت ہے، خرابی ہے

کسے طاقت ہے انکھیاں کھول کر دیکھے تری جانب
جھلک تجھ حسن روشن کی شعاعِ آفتابی ہے

تمھارے اے سجن مدت سوں فدوی ہیں دعا گو ہیں
ہمن سوں بے حسابی بات کرنا بے حسابی ہے

وفاداری بہار گلشن خوبی ہے اے گل رو
نہ بوجھو سرسری ہرگز سخن میرا کتابی ہے

بہار عاشقی کوں تازہ کرنا اے گل رعنا
تلطف ہے مدارا ہے، کرم ہے، بے عتابی ہے

ولی پایا رباعی چار ابرو کے تصور میں
تخلص چشم گریاں کا سجا ہے گر سحابی ہے

مفلسی سب بہار کھوتی ہے
مرد کا اعتبار کھوتی ہے

کیوں کہ حاصل ہو مجکوں جمعیت
زلف تیری قرار کھوتی ہے

ہر سحر شوخ کی نگہ کی شراب
مجھ انکھاں کا خمار کھوتی ہے

کیونکہ ملنا صنم کا ترک کروں
دلبری اختیار کھوتی ہے

اے ولی آب اس پری رہ کی
مجھ سینے کا غبار کھوتی ہے

کوچۂ یار عین کاسی ہے
جوگی دل وہاں کا باسی ہے

پی کے بیراگ کی اداسی سوں
دل پہ میرے سدا اداسی ہے

اے صنم تجھ جبیں اُپر یہ خال
ہندوے ہر دوار باسی ہے

زلف تیری ہے موج جمنا کی
تل نزک اس کے جیوں سناسی ہے

گھر ترا ہے یہ رشک دیول چیں
اس میں مدت سوں دل اپاسی ہے

یہ سیہ زلف تجھ زنخداں پر
ناگنی جیوں کنوئیں پہ پیاسی ہے

طاس خورشید فرق ہے جب سوں
بر میں تیرے لباس تاسی ہے

جس کی گفتار میں نہیں ہے مزا
سخن اس کا طعام باسی ہے

اے ولی جو لباس تن پہ رکھا
عاشقاں کے نزک لباسی ہے

ترا اکھ مشرقی، حسن انوری، جلوہ جمالی ہے
نین جامی، جبیں فردوسی و ابرو ہلالی ہے

ریاضی فہم و گلشن طبع و دانا دل، علی فطرت
زباں تیری فصیحی و سخن تیرا زلالی ہے

نگہ میں فیضی و قدسی سرشت طالب و شیدا
کمالی بدر دل اہلی و انکھیاں سوں غزالی ہے

تو ہی ہے خسرو روشن ضمیر و صاحب شوکت
ترے ابرو یہ مجھ بیدل کوں طغراے وصالی ہے

ولی تجھ قد و ابرو کا ہوا ہے شوق و مائل
تو ہر اک بیت عالی ہور ہر اک مصرع خیالی ہے

گرچہ طناز یار جانی ہے
مایۂ عیش جاودانی ہے

یاد کرتی ہے خط کوں زلف صنم
کام ہندو کا بید خوانی ہے

تجھ سوں ہرگز جدا نہوں اے جاں
جب تلک مجھ میں زندگانی ہے

آشنا نونہال سوں ہونا
ثمرۂ گلشن جوانی ہے

دل میں آیا ہے جب سوں سرو رواں
تب سوں مجھ شعر میں روانی ہے

اے سکندر نہ ڈھونڈھ آب حیات
چشمۂ خضر خوش بیانی ہے

وقت مرنے کے بولتا ہے پتنگ
کہ محبت رفیق جانی ہے

گرچہ پابند لفظ ہوں لیکن
دل مرا عاشق معانی ہے

اے ولیؔ فکر صاف صاحبِ دل
گوہرِ بحر نکتہ دانی ہے

تجھ کوں خوباں ہیں بادشاہی ہے
سر اُپر سایۂ الٰہی ہے

باعثِ دل ربائیِ عاشق
خوش نگاہوں ہیں خوش نگاہی ہے

کم نکلنے ہیں اس پری رو کے
عشق بازاں کی خیر خواہی ہے

جگ میں تیری بھواں کی شہرت سوں
کشتیٔ عاشقاں تباہی ہے

قتل عشاق پہ بندھیا ہے کمر
غمزۂ تیغ زن سپاہی ہے

شاہ خوباں کے رخ پہ سبزۂ خط
حسن کی فوج کی سیاہی ہے

کیوں نہ ہو عشق باز خسرو وقت
عشق کا داغ چتر شاہی ہے

نوخطاں کی طرف نہ جا زاھد
زہد و تقویٰ کی واں مناہی ہے

عشق بازاں میں ہے وؔلی ثابت
طالبِ گلرخاں کماہی ہے

شکر دو جان گئی، پھر آئی
عیش کی آن گئی، پھر آئی

تیرے آنے ستی اے راحتِ جاں
شہر کی جان گئی پھر آئی

پھر کے آنا ترا ہے باعثِ شوق
جس طرح تان گئی پھر آئی

تیرے آنے ستی اے مایۂ حسن
عشق کی شان گئی پھر آئی

اے ولی قند مکرّر ہے یہ بات
شکر، وہ جان گئی پھر آئی

ترا مکھ ہے چراغِ دل ربائی
عیاں ہے اس میں نور آشنائی

لکھا ہے تجھ قد اوپر کاتب صنع
سراپا معنیِ نازک ادائی

تو ہے سر پاؤں لگ ازبسکہ نازک
نگہ کرتی ہے تجھ پگ کو حنائی

ہوا تیری نگہ کی بس کہ ہے مجھ
ہوا ہے دل مرا تیرِ ہوائی

ثنا تیری کیا ہوں پورہ ادا کر بس
بجا ہے گر کہیں مجھ کوں ثنائی

محبت میں تری اے گوہر پاک
ہوا ہے رنگ میرا کہربائی

تری انکھیاں کی مستی دیکھنے ییں
گئی ہے پارسا کی پارسائی

ولی ہنستی ہے ہر شب بزم میں شمع
پتنگ میں دیکھ کر عشق ریائی

سجن میں ہے شعار آشنائی
نہ ہو کیوں دل شکار آشنائی

صنم تیری مروّت پر نظر کر
ہوا ہوں بے قرار آشنائی

نپٹ دشوار تھا مجھ دل میں ہے جاں
زمانِ انتظارِ آشنائی

ہوا معلوم تجھ ملنے سوں لالن
کہ رنگیں ہے بہارِ آشنائی

حیا کے آب سوں باغِ وفا میں
رواں ہے جو ئبارِ آشنائی

وفا دشمن نہ ہوا ے آشنا رو
وفا پر ہے مدارِ آشنائی

مروّت کے ہمیشہ ہاتھ میں ہے
عنانِ اختیارِ آشنائی

مدارا ترک مت کر اے حیا دوست
مدارا ہے حصارِ آشنائی

ولی اس واسطے گریاں ہوں ہر آں
کہ تر ہو سبزہ زارِ آشنائی

اندوہ و غم کی بات ترے باج بن گئی
آواز میری آہ کی پھر تا گگن گئی

تا حشر اس کا ہوش میں آنا محال ہے
جس کی طرف صنم کی نگاہِ نین گئی

سرمے کا منہ سیاہ کیا ان نے جگ منیں
جس کی نین میں پیو کی خاکِ چرن گئی

تنہا سوادِ ہند میں شہرت نہیں صنم
تجھ زلفِ مشکبو کی خبر تا ختن گئی

اب لگ ولیؔ پیا نے دکھایا نہیں درس
جیوں شمع انتظار میں ساری رین گئی

مثنوی در تعریف شہر سورت

عجب شہراں میں ہی پر نور یک شہر　　بلاشک وہ ہی جگ میں مقصدِ دہر
اہے مشہور اس کا نام سورت　　کہ جاوے جسکے دیکھے سوں کدورت
جگت کی آنکھ کا گویا ہے یہ نور　　اچھو اس نور سوں ہر چشم بد دور
شہر جیوں منتخب دیوان ہی سب　　ملاحت کی وہ گویا کھان ہی سب
سُرج سن آب اسکی جگ میں کا پنیا　　سمندر موجزن رگ رگ میں کا پنیا
کنارے اسکے اک دریائے تپتی　　کہ دنیا دیکھنے کوں اس کے تپتی
کیا سب تن خجالت سوں جیوں عرق　　ہوا دریا اسپس کے عرق میں غرق
شہر سوں ہی وہ ہم بانو ہمیشہ　　دریا سوں ہی وہ ہم پہلو ہمیشہ
کہ آبِ خضر کی ہے اسمیں تاثیر　　ہوا دیتی ہے اس کی بادِ کشمیر
وہاں اشنان جب کرتا ہے عالم　　صبح اور شام تپ کرتا ہے عالم
عجب قلعہ ہے وہاں اک با قرینہ　　کہ جیوں انگشتری اوپر نگینہ
نزک قلعہ کے بارہ گھاٹ ہی وہاں　　کہ دائم گل رخاں کا ٹھاٹ ہی وہاں
رہے اس حاشیہ پہ جائے آرام　　طلسمی باغ وہاں ہوتا ہی ہر شام

اے بلبل پاک بینی سوں نظر کر
کثافت کی نظر سوں بس حذر کر

کھلے ہیں ہر طرف رخسار کے گل
ہر اک گل کے نزک واں پر ہے سنبل

جو کئی دیکھا ہے اس کا باغ رخسار
ہوا اک دید میں وہ محو دیدار

جو ہیں وہ محض تصویرات اخلاص
سو عاشق پروری ہیں و بھی ہیں خاص

کہاں ہے ساقیٔ اخلاص انگیز؟
محبت کی کرے مے مجھ اوپر ریز!

صفائی سوں کھلے مجھ جیو کا باغ
کروں اس دردمے کوں مرہم داغ

اہے سورت حقیقت کی نشانی
کہ ہیں معمور واں اہل معانی

شرافت میں ہے ہر جیوں باب مکہ
تو ہے سب ملک پر اس کا جو سکہ

اگر دیکھے ہیں لوگاں شاتم و تبرہ
نہ دیکھا کوئی ایسا ملک زرخیز

کہ اس بھیتر کتے ایسے ہیں تجار
کہ تاروں کوں نہیں انکے نزک بار

انی آتش پرستاں کی ہے بستی
سکھے نمرود واں آتش پرستی

فرنگی اس میں آتے ہیں کلہ پوش
عدو واں جنکی گنتی میں ہے بیہوش

وہاں ساکن اہتے ہیں اہل مذہب
کہ گنتی میں نہ آویں انکے مشرب

اگرچہ سب ہیں وہ ابنائے آدم
ولے بینش میں رنگارنگ عالم

بھری ہے سیرت و صورت سوں سورت
ہر اک صورت ہے واں ان مول مورت

ختم ہے امرداں اوپر صفائی
ولے ہو بیشتر حسن نسائی

سبھا اندر کی ہی ہر اک قدم میں
چھپا اندر سبھا کوں لے عدم میں

کشن کی گوپیاں کی نئیں ہی یہ نسل
رہیں سب گوپیاں وہ نقل، یہ اصل

زلف اور مکھ کے طالب سوں پچھو بات
جسے ہر دن ہی عید، ہر رات شبرات

ہزاراں اس سبب شیدا ہیں بلبل
کہ ہیں وہاں غنچہ لب دائما گل

نہ کوئی وقت کھینچے شوخ چنچل
وہ مکھ کے باغ سن دیوار آنچل

نظر بھر کر دکھو ہر گل بدن کوں
کہ ہے پرنے سوں بے پروا انن کوں

لہے وہاں عاشقاں کوں عام آواز
کہ نہیں پردہ بغیر از پردۂ ناز

کسی کوں نہیں نظر بازی بنا چین
کھلے ہیں رات دن سب غرفۂ نین

ہر اک لب ہیں سو جیوں یاقوت انمول
کرے وہ بات جب بیٹھے لباں کھول

وہ باتاں نہیں سراپا ہی مٹھا قند
کہ جس باتاں اُدو پر ہی نیشکر بند

پڑا شیریں بچن سن ان کے بس جو
پھنسا اس شہد میں جا کر مگس ہو

ہوا اُن کوں نکلنا کام دشوار
رہا وہ آخری دم لگ گرفتار

شہر بھیتر جو آوے نہان کا دن
ہندو کی قوم کے اشنان کا دن

ہر اک جانب دکھوں ہیں فوج در فوج
تجلّی کے سمندر کی اُٹھے موج

تنن کی بیٹھ کشتی پر تواے پاک
یہ طے کر سہج ہیں موج خطرناک

مہربان ہو کے اے ساقیٔ کوثر
کرم سوں کشتیٔ مے مجکوں دے بھر

الپس کے لطف سوں کرے عطا مِی جو اس نشئے ہیں دریا کوں کروں طے

عبث باتاں ہیں بس کراے وکی تو

نہ کر مقصد سوں اپنے کاہلی تو

در فراق گجرات

گجرات کے فراق سوں ہے خار خار دل

بے تاب ہے سینے منیں آتش بہار دل

مرہم نہیں ہے اس کے زخم کا جہاں منیں

شمشیر ہجر سوں جو ہوا ہے فگار دل

اول سوں تھا ضعیف پہ پابستہ سوز میں

جیوں بال ہے اگن کے اُپر بے قرار دل

اس سیر کے نشے سوں اول تر دماغ تھا

آخر کوں اس فراق میں کھینچیا خمار دل

سینے میں آکے چمن دیکھ عشق کا

ہے جوشش خوں سوں تن میں مرے لالہ زار دل

حاصل کیا ہوں جگ میں سراپا شکستگی
دیکھا ہے مجھ شکیب سوں صبح بہار دل

ہجرت سوں دوستاں کے ہوا جی مرا گداز
عشرت کے پیرہن کوں کیا تار تار دل

ہر آشنا کی یاد کی گرمی سوں تن منیں
ہر دم میں بے قرار ہے مثل شرار دل

سب عاشقاں حضور، اچھے پاک سُرخ رو
اپنا اپس لہو سوں کیا ہے نگار دل

حاصل ہوا ہے مجکوں ثمر مجھ شکست سوں
پایا ہے چاک ہو شکل انار دل

مجھ تن ہوا ہے بدن سوز ہجر سوں
اسپند کی مثال ہے آتش سوار دل

افسوس ہے تمام کہ آخر کوں دوستاں
اس مے کدے سوں اٹھ کے چلا سدھ لبا دل

لیکن ہزار شکر ولی حق کے فیض سوں
پھر اس کے دیکھنے کا ہے امیدوار دل

در مدح قدوۃ العارفین شاہ وجیہ الدّین

اے تو مقبول سرور عالم — اے تو فہرست دفتر عالم

جلوہ گر تو ہے آفتاب یقیں — تجھ سوں روشن ہے پیکر عالم

علم ظاہر و علم باطن سوں — تو ہے عالم میں رہبر عالم

دل عرفاں سرشت ہے تیرا — مظہر خلق و مظہر عالم

ہے زمیں پہ یہ آستاں شریف — مرجع خلق و منظر عالم

نام تیرا ہے ورد صاحب درد — ذات تیری ہے مفخر عالم

دست گیری ہے تیری ظاہر تب — جبکہ برپا ہو محشر عالم

ہے تیرے نام پہ سدا قربان — روز و شب سال و مہ سر عالم

تجھ اُپر جیوں سورج ہویدا ہے — مطلب جملہ مضمر عالم

اس زمانے میں حق نے تجکوں کیا — مہتر خلق و بہتر عالم

اے امام جمیع اہل یقیں

قبلہ راستاں وجیہ الدیں

اے تو ہے آفتاب عالم تاب — فیض تیرے سوں جگ ہے مقصدیا

دل ترا کان علم و بحر عمل — ہر معانی ہے اسمیں دُرِ خوش آب
روئے انور کی تیرے دیکھ ضیا — رشک سوں آفتاب ہے بے تاب
متفق ہو کے عاقلاں نے کہا — دل کوں تیرے جگت میں لب لباب
فکر تیری ہے آب دانش و ہوش — ہر گل و عقل تجھ سوں ہے سیراب
مکھ سوں تیرے بچن مبارک سُن — گل کے گوہر ہوا سراپا آب
اے تو مجموعۂ فراست تام — دل ترا مطلب ہزار کتاب
تا قیامت گریزپا نہ اچھے — تجھ محبت کی آگ سوں سیماب
مانگتے ہیں مدد سوں تجھ شہ کی — روز و شب چند رستم و داراب
اس زمانے میں بے گماں بیشک — تجھ میں ہے سب طریقۂ اصحاب

اے امام جمیع اہل یقیں
قبلۂ راستاں وجیہ الدیں

فیض تیرا ہے ابر نیسانی — دو جہاں پر کیا دُر افشانی
دل ترا مظہر تجلیٔ حق! — مکھ ترا رونق مسلمانی
سجدہ کرنے کوں روز آتا ہے — چاند سر تا قدم ہو پیشانی
تیری درگہ کی خاک دیکھ گیا — روئے آب حیات سوں پانی
ہر سحر آفتاب کرتا ہے — تیرے روضے اپر زر افشانی

عالماں دیکھ تجھ فصاحت کوں — ست دیئے دعوی سخن دا
تجھ دل صاف سوں ہوئی ظاہر — آئینے میں تمام حیرا
ہے ولایت کے تخت پر تجکوں — شوکت و حشمت سلیما
زندگی بخش ہے خیال ترا — یاد تیری ہے آب حیوا
جن نے دیکھا ہے پاک مرقد کوں — اُن نے پایا ہے قرب حقا

اے امام جمیع اہل یقیں
قبلۂ راستاں وجیہ الدیں

لے شہ بحر و بر ہے تجھ سر پر — آسماں چتر وا آفتاب اف
تو ہے مقبول حق کی درگہ کا — روح تیری کوں عرش پر ہے گ
کاں فلک کے ملائکہ دیکھیں — تجھ سری کا و وجاہت انو
آسماں سوں اُتر کے آتے ہیں — تیری مجلس میں نقل ہو اخ
ہے سزاوار انجمن میں تیری — زہرہ آوے اگر ہو خنیا گ
وہ ہے روضہ زمیں اُپر تیرا — شش جہت جس کوں دیکھ ہے شن
کیا کہوں گنبد شریف کوں میں — ق — اوج میں ہر فلک سوں وہ ہم
تجھ سوں خورشید کوں وہ پایا ہے — کیوں نہ ہووے فلک سوں بالا
تجھ سوں سب جا دماغ کوں نت ہے شرف — اے مبارک نہاد پاک گہ

دو جہاں میں مرا ہے مقصد یہ — کہ کرو مجھ پہ یک کرم کی نظر

اے امام جمیع اہل یقیں،
قبلۂ راستاں وجیہ الدیں

اے گل گلشن حسین و حسن — تجھ سوں روشن ہوا زمین و زمن
عالم فرش سوں لگا بر عرش — حق نے جنت کیا ترا مسکن
فیض تیرا عیاں ہو جس ساعت — بحر کا پر گہر کرے دامن
گوہر فکر تجھ سوں ہے سیراب — جوہر عقل تجھ سوں ہے روشن
خلق یوں بہرہ تجھ سوں پاتی ہے — فیض جوں آفتاب سی معدن
آسمان کے اوپر گداز ہے نت — شوق تیرے سوں ماہ سیمیں تن
عشق تیرے کی آگ میں خورشید — سر سوں لے پگ تلک ہوا ہے اگن
دیکھنے کوں ترے ہوا مشتاق — گل نرگس سوں کھول چشم چمن
یوں تو ہے انتخاب عالم میں — جیوں کہ ہے آدمی میں نطق سخن
خوش بصارت بدل کیا ہو ولی — گرد تیرے قدم کی کحل نین

اے امام جمیع اہل یقیں
قبلۂ راستاں وجیہ الدیں

در مدح حضرت شاہ وجیہ الدین نوراللہ مرقدہ

ہوا ہے خلق اُپر پھر کے فضل سبحانی
کیا ہے ابر نے رحمت سوں گوہر افشانی

یہ آب صاف میں گوہر کوں دیکھ خجلت سوں
صدف کی بیت میں گل کر ہوا ہی جیوں پا

تمام پات "تسبیح بحمدہ" کے بحکم
زبان حال سوں کرتے ہیں ذکر سبحانی

قطار قطرۂ شبنم سوں آج سبزہ خض
لے سبحہ ہاتھ میں کرتا ہے ادعیہ خوا

ہر اک طرف جو ہوئی بس کہ ریزش باراں
کیا ہے آج تفرج نے جوش طوفانی

اس آب روح فزا کے کمال لطف کوں دیک
چھپا ہے پردۂ ظلمت میں آب حیوا

ہوئی ہے غنچہ نمن جگ کوں اب کئی جمعیت
عجب ہے اب رہے سنبل نمن پریشانی

ہر ایک قطرۂ شبنم ہے غیرت گوہر
ہر ایک بات پہ برسا جو ابر نیسانی

ادب سوں حضرت حق کے زبسکہ سمٹے ہے
ہر اک کلی ہے سو جیوں کو دک دبستانی

چمن میں اس کے کرم نے دیا ہے حکمت سوں
ہر ایک پھول کی پکھڑی کوں رنگ مرجانی

یہ لطف دیکھ ہوا ہے دماغ بس کہ بحال
بدل ہوئی ہے اتی حافظے سوں نسیانی

تمام ملک ہوا حق کے فضل سوں آباد
رہا نہیں ہے جگت میں نشان ویرانی

جو اسکے بھید کے پیالے تھے وہ یہ پانی لکھ
پیئے ہیں آب نمط راز ہائے پنہانی

زہے بہار حلاوت زہے بہار طرب
کہ بلبلاں نے لیا شیوۂ غزل خوانی

سوں اس بہار میں آیا ہے عرس حضرت کا
ہوئی ہے پھر کے عیاں حشمت سلیمانی

چراغ گرد میں روضے کے جو ہوئے روش
ہراک چراغ ہے جیون آفتاب نورا

ہوا ہے بس کہ طراوت سوں یہ مکاں سرسبز
ہراک سفال پہ دستا ہے رنگ ریحانی

چراغ یہاں کے ستارہ نمن ہیں گرداں
دیے ہیں چرخ کوں تعلیم سبحہ گرد

ہوا ہے گنبد پرنور آج طبلۂ مشک
زبس کہ عود و عنبر کی ہوئی فراوانی

قبر ہے آج لطافت سوں غیرت گلزا
کیا ہے خلق نے اس پر جو بس گل افشا

وہ جسم روح اور اُس کا ہے جسم مرقد پاک
کہ جس کے گرد ملائک کریں سبق خوانی

یو دین پاک میں بے شک ہے تو وجیہ الد
عدم ہے آج زمیں کے اُپر ترا ثا

تری طبع کوں دیا حق نے فہم پر مقصد
تری زباں کوں سزاوار ہے سخن دانی

ہے ملک دیں میں تری ذات کوں شہنشاہی
ہے نقد علم ترا سکۂ سلیمانی

ہر اک کوں اس سوں خبر نئیں ہر جگ کے صفحے پر
تجھے جو کشف ہوئے راز ہائے پنہانی

دیا ہے حق نے تجھے جامع الکمالانی
عطا کیا ہے تری ذات کوں ہمہ دانی

عجب نہیں ہے جو دے عقل کوں وہ آج سبق
جو اس جناب میں آکر کیا سبق خوانی

تجھ آفتاب سوں جو کئی کیا ہے کسب شرف
وہ سرخ رو ہے سو جیوں جوہر بدخشانی

رہیں الیس میں ابھی دنگ ہو سو جیوں تصویر
ملائکا جو دکھیں یہ جمال نورانی

خدا کی یاد میں از بس کہ محویت ہے تجھے
ہوئی ہے ختم تری ذات پر خدادانی

تو وہ ہے فیض رساں جگ میں اہی مبارک ذات
کہ تجھ سوں فیض لیے عالمان ربانی

تجھ آستاں پہ سرج تا کہ آ کرے سجد
ہوا ہے سر سوں قدم تک تمام پیشا

تری جناب سوں ہی فیض طالباں کوں مدام
ترے کرم سوں ہے اکثر کوں قرب حقانی

تری ہے ذات سراپا حقیقت انسان
اگرچہ حق نے دیا سب کوں شکل انسانی

ترے کرم سوں ہوا دل خوشی سوں آج بدل
وہ غم کہ طول میں تھا جیوں شب زمستانی

تجھ آستان مبارک پہ مثل نقش قدم
رکھے ہیں سیس چہ ایرانی و چہ تورانی

تری جناب کا وہ صحن ہے سراپا نور
کہ جس کی خاک بہ از سرمہ صفاہانی

وہ آب خضر سوں دل سرد کیوں نہ ہو دائم
یہ حوض پاک سوں جو کئی کہ آ پیا پانی

نزیک حوض کے کنو آں ہو آبروے نین
کہ جس کی چاہ میں دائم ہے ماہ کنعانی
عجب یہ جائے مبارک ہے مورد رحمت
نہیں ہے رات کہ نئیں اس میں ذکر قرآنی

وہ فیض بخش ہے مسجد مکان بر جستہ
کہ جس کے وصف میں بولا ہوں کعبۂ ثانی
فلک پہ فخر زمیں گر کرے تو نئیں ہے عجب
کہ اس کے سر پہ یہ گنبد ہے تاج خاقانی

ہے آرسی کی نمط مدرسہ یہ روشن و صاف
نگاہ کوں ہے تماشے سوں اس کے حیرانی
ترے جو ذکر میں رہتے ہیں ذاکراں دائم
ہے اُن کوں حضرت داؤد کی خوش الحانی

کہے ہیں وصف ترے گرچہ صد ہزاراں نے
ولے ولی نے کیا مدح میں گلستانی
نئے قلم ہے مرا نے شکر سوں شیریں تر
کیا ہوں بس کہ حلاوت سوں شکر افشانی

لکھا ہوں دل کوں ولیؔ کے یہ مصرع عرفی
کہ ایں قصیدہ بیاضی بود نہ دیوانی

مخمّس

رحم کر تجکوں دلبری کی قسم ۔ مہر کر تجکوں سروری کی قسم
مکھ دکھا ماہ انوری کی قسم ۔ مان تو مہر و مشتری کی قسم
ہے تجھے شیشہ و پری کی قسم

بات نہ شمس میں ہے اظہر تر ۔ حسن کا تخت و تاج ہے تجھ پر
سن توں خوباں کے سر کا ہے افسر ۔ مکھ دکھا دکھ مرا توں آساں کر
تجھ کوں خوباں کی افسری کی قسم

عشق کی رہ کا مجھ سفر ہے گا ۔ اس منیں غم تمام اخطر ہیگا
مشکلاں سوں مجھے گذر ہے گا ۔ عاشقاں کوں توں راہبر ہیگا
رہ بتا تجھ کو دلبری کی قسم

مکر کیتا تو مجھ سوں چند در چند　　اب نہ کر توں مجے سوں اتیا فند
زلف مشکیں کا مجھ پہ کر کے کمند　　جیو میرے کوں نا کر اس میں بند
تجھ کوں ہے زلف عنبری کی قسم

یہ (ولی) ہے بندہ ترا کمتر　　بلکہ ہے کمتراں منیں احقر
بندہ پرور ہے تو سدا دلبر　　کر بندے پر کرم کی یک توں نظر
ہے تجھے بندہ پروری کی قسم

تجھ قد نے مجھ نگاہ کوں عالی نظر کیا
تجھ مکھ نے شوق بدر کوں دل سوں بدر کیا
لب نے ترے عقیق کوں خونیں جگر کیا
مستی نے تجھ نین کی مجھے بے خبر کیا
دل کوں مرے بھواں نے تری جیوں بھنور کیا

تجھ چشم نیزہ باز کی جرات کوں دلمیں رکھ
تیری بھواں کی تیغ کی دہشت کوں دلمیں رکھ
پلکاں کی خنجراں کی صلابت کوں دلمیں رکھ
تیری نگہ کے تیر کی ہیبت کوں دل میں رکھ

سورج نے تن آپس کا سراسر سپر کیا
ہے تجھ کوں مرتبے میں کیواں سوں برتری
تجھ مکھ کوں دیکھ دنگ ہیں کیا حور کیا پری
ناہید میں کسی نے نہ دیکھی یہ دلبری
تجھ مہر کا ہوا ہے دل و جاں سوں مشتری
جب سوں ترے جمال پہ مہ نے نظر کیا
تیرا فراق تھا دل و سینہ پہ مثل سل
مدت سوں دل رہا تھا ترے غم میں انجل
دیکھا نہ تھا میں خواب میں آرام ایک تل
تب سوں ہوا ہے محمل لیلے کی شکل دل
جب سوں ترے خیال نے دل میں گذر کیا
تیرے درس میں علم معانی پڑھا ہے جی
تجھ مکھ کوں دیکھ شرع بھی قسمیہ کی لکھی
لیلا و لی تو خیال میں پائے ہے منتہی
ہر شب تری زلف سوں سطول کی بحث تھی
تیرے دہن کوں دیکھ سخن مختصر کیا

شہرت کا تیری جگ میں بجا ہر طرف دہل
تجھ سرو قد کوں دیکھ ہوے بند جز و کل
سرشار تجھ نین کے نشے سوں ہی جام مل
حق تجھ عذار دیکھے سوں سر جا ہے رنگ گل
پیدا اترے لباں ستی شہد و شکر کیا

تیری معاونت میں ہیں نت مرتضیٰ علیؑ
تو اس سبب سوں ملک سخن میں ہوا ولی
خورشید کی کرن ہے تری طبع منجلی
تیرا یہ شعر جگ میں موثر ہے اے ولی
تو دل منیں ہر ایک کے جا کر اثر کیا

رباعیات

تجھ نین میں جی دام محبت دیکھا
تجھ لب منیں، دل جام مروت دیکھا
تجھ مکھ کے بھتیر روز دسا روشن مجھ
تجھ زلف میں دل شام مشقت دیکھا

میخانۂ جگ کا جینے سرجوش کیا
اس ہاتھ سوں عالم نے قدح نوش کیا
اس سید عالم کوں جو دیکھا یکبار
یکبارگی عالم کوں فراموش کیا

کسوت کوں اپس رنگ سوں گلفام کیا
جب بر میں دو دامی کوں گل اندام کیا
دو دام دو بادام نین، دوجے زلف
ششدام نے مجھ ششدر و ناکام کیا

یہ ہستی موہوم دسے مجکوں سراب
پانی کے اُپر نقش ہے یہ مثلِ حباب
ایسے کے اُپر دل کوں نہ کر ہرگز بند
اپس کوں نہ کر خراب اے خانہ خراب

تجھ لب منیں دستا ہے مجھے آبِ حیات
تجھ زلف کی ظلمات میں ہی لیل برات
اے سبزۂ خضر! تجھ قدم سوں شاید
اس آب حیات کوں ملے رات برات

تجھ عشق سوں نت بے سروسامان ہوں میں
تجھ زلف سوں بیتاب و پریشان ہوں میں
تجھ مکھ کی صفائی کوں نظر میں رکھ کر
مدت ستی جیوں آئینہ حیراں ہوں میں

وو زلف سیہ دل، کمند انداز ہوئی
اس مرغ اپر دل کے سو جیوں باز ہوئی
بیکس کوں اپس کس سوں بندھے کس سوں دکھو
ناکس کے عمل کرکے سرافراز ہوئی